امان ۱۳۵۹ ہش
مارچ ۱۹۸۰ء

ایڈیٹر
محمد الیاس منیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ــــ استبقوا الخیرات ــــ

"تیری عاجزانہ راہیں اسکو پسند آئیں" (الہام حضرت مسیح موعودؑ)

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔"

(المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

جلد ۲۷ شمارہ ۵

امان ۱۳۵۹ ہش

مارچ ۱۹۸۰ء

ایڈیٹر: محمد الیاس منیر

نائبین: سید حسین احمد - اخلاق احمد انجم

معاونین: اظہر احمد - منصور احمد عارف

پبلشر: مبارک احمد خالد - پرنٹر: سید عبدالحی

مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ

اس شمارہ میں

حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو تختِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو آپ کی وفات پر اللہ تعالیٰ نے ردائے خلافت حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنائی۔ اس موقعہ سے متعلق حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ تحریر پڑھنے کے لائق ہے:۔

اے جانے والے! تجھے تیرا پاک عہد خلافت مبارک ہو کہ تو نے اپنے امام و مطاع مسیح کی امانت کو خوب نبھایا۔ اور خلافت کی بنیادوں کو ایسی آہنی سلاخوں سے باندھ دیا کہ پھر کوئی طاقت اسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکی۔

جا اور اپنے آقا کے ہاتھوں سے مبارکباد کا تحفہ لے اور رضوانِ یار کا ہار پہنکر جنت میں ابدی بسیرا کر۔ اور اے آنے والے! تجھے بھی مبارک ہو کہ تو نے سیاہ بادلوں کی دل ہلا دینے والی گرجوں میں مسندِ خلافت پر قدم رکھا اور قدم رکھتے ہی رحمت کی بارشیں برسا دیں۔ تو ہزاروں کانپتے ہوئے دلوں میں سے ہو کر تختِ امامت کی طرف آیا۔ اور پھر صرف ایک ہاتھ کی جنبش سے ان تھراتے ہوئے سینوں کو سکینت بخش دی۔ آ! اور ایک شکور جماعت کی ہزاروں دعاؤں اور تمنّاؤں کے ساتھ ان کی سرداری کے تاج کو قبول کر۔ تو ہمارے پہلو سے اُٹھا ہے مگر بہت دور سے آیا ہے۔

آ! اور ایک قریب رہنے والے کی محبّت اور دُور سے آنے والے کے اکرام کا نظارہ دیکھ۔

اے فخرِ رسل قربِ تو معلومم شُد
دیر آمدہٗ ز راہِ دُور آمدہٗ "

(سلسلہ احمدیہ صـ ۳۳۴)

وُہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے!

"متکبر خدا تعالےٰ کے تخت پر بیٹھنا چاہتا ہے۔ پس اس قبیح خصلت سے ہمیشہ پناہ مانگو۔ خدا تعالےٰ کے تمام وعدے بھی تمہارے ساتھ ہوں مگر تم جب بھی فروتنی کرو۔ کیونکہ فروتنی کرنے والا ہی خدا تعالےٰ کو محبوب ہوتا ہے۔ دیکھو ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی کامیابیاں اگرچہ ایسی تھیں کہ تمام انبیائے سابقین میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مگر آپ کو خدا تعالےٰ نے جیسی جیسی کامیابیاں عطا کیں۔ آپ اتنی ہی فروتنی اختیار کرتے گئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص آپ کے حضور پکڑ کر لایا گیا۔ آپ نے دیکھا تو وہ بہت کانپتا تھا اور خوف کھاتا تھا۔ مگر جب وہ قریب آیا تو آپ نے نہایت نرمی اور لطف سے دریافت فرمایا۔ کہ تم ایسے ڈرتے کیوں ہو؟ آخر میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہی ہوں اور ایک بڑھیا کا فرزند ہوں۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۲۵۸)

تبرکات

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا

وہ دُور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دُور ہیں
ہر دم اسیر نخوت و کبر و غرور ہیں

تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبر و غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو

شوخی و کبر دیوِ لعیں کا شعار ہے
آدم کی نسل وہ ہے جو وہ خاکسار ہے

اے کرمِ خاک چھوڑ دے کبر و غرور کو
زیبا ہے کبر حضرتِ ربِّ غیور کو

بدتر بنو ہر ایک سے اپنے خیال میں
شاید اسی سے دخل ہو دارالوصال میں

چھوڑو غرور و کبر کہ تقویٰ اسی میں ہے
ہو جاؤ خاک مرضیٔ مولیٰ اسی میں ہے

تقویٰ کی جڑ خدا کے لئے خاکساری ہے
عفت جو شرط دیں ہے وہ تقویٰ میں ساری ہے

جو خاک میں ملے اُسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

درثمین

سیرت و سوانح

حضرت المصلح الموعودؓ خلیفۃ المسیح الثانیؓ

کی

زندگی کا مختصر خاکہ

(قسط ۷)

(محمود مجیب اصغر۔ اسلام آباد)

گزشتہ قسط بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے بارہ میں مختصر نوٹ پر ختم ہوئی تھی۔ سیدنا المصلح الموعودؓ نے ۱۹۱۷ء میں "زندگی وقف" کی تحریک جاری فرمائی تھی۔ مبلغین کی تعلیم و تربیت کے لئے اپریل ۱۹۲۸ء میں "جامعہ احمدیہ" قائم فرمایا تھا۔ اور نومبر ۱۹۳۴ء میں "تحریک جدید" جیسی عالمی تبلیغ اسلام تنظیم قائم فرمائی جس کا پہلا دس سالہ دور ۱۹۴۴ء میں نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ جس پر آپ نے ۲۴ نومبر ۱۹۴۴ء کو اس کے دفتر دوم کی بنیاد رکھی۔

آپ کے دورِ خلافت میں دنیا کے تمام براعظموں میں بے شمار تبلیغی مراکز۔ کئی مسجدیں اور دینی مدارس قائم ہوئے۔ دنیا کی ایک درجن سے زیادہ مشہور زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم ہوئے۔ المصلح الموعودؓ کے عہدِ خلافت میں مندرجہ ذیل ممالک میں مشن ہاؤس قائم کرکے دنیا کی تقریباً ⅕ آبادی کو اسلام کا پیغام پہنچایا گیا۔

برطانیہ[1]۔ سپین[2]۔ سوئٹزرلینڈ[3]۔ ہالینڈ[4]۔ جرمنی[5]۔ سکنڈے نیویا[6] (سویڈن[7]۔ ڈنمارک اور ناروے) شمالی امریکہ[8]۔ برطانوی گی آنا[9]۔ نائیجیریا[10]۔ گھانا[11]۔ سیرالیون[12]۔ لائبیریا[13]۔ گیمبیا[14]۔ آئیوری کوسٹ[15]۔ ٹوگولینڈ[16]۔ کینیا[17]۔ یوگنڈا[18]۔ ٹانگانیکا[19]۔ ماریشس[20]۔ جنوبی افریقہ[21]۔ فلسطین[22]۔ لبنان[23]۔ شام[24]۔ عدن[25]۔ سنگاپور[26]۔ کوالالمپور[27]۔ برما[28]۔ سیلون[29]۔ انڈونیشیا[30]۔ بورنیو[31]۔ جزائر فجی[32]۔

اس کے علاوہ تحریک جدید کے تحت نائیجیریا اور سیرالیون میں تین میڈیکل مشن قائم کئے گئے افریقن ممالک میں ۴۵ دینی مدارس کھولے گئے۔

حضرت المصلح الموعودؓ کے مبارک دور میں بیرونی ممالک میں ۲۹۱ مساجد تعمیر کی گئیں جن میں سے چار مساجد یورپ میں بنائی گئیں ڈنمارک کے شہر کوپن ہیگن میں مسجد کے لئے زمین خریدی گئی۔

(جس کی تعمیر خلافتِ ثالثہ کے مبارک عہد میں ہوئی)

حضرت المصلح الموعودؓ کے مبارک دور میں انگریزی - ڈچ - جرمن - سواحیلی اور فرانسیسی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم شائع ہوئے - اس کے علاوہ روسی - اٹالین سپینش اور ڈینش زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم مکمل ہوئے اس کے علاوہ کچھ مقامی افریقن زبانوں میں تراجم کا کام جاری رہا - اسی طرح احادیث نبویؐ کے تراجم کا بھی کچھ کام ہوا -

حضرت مسیح موعودؑ - خلفاء اور بعض مشہور علماء کی بعض کتب کا انگریزی - ترکی - فرانسیسی عربی - فارسی وغیرہ زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کیا گیا - ۲۲ مختلف زبانوں میں رسائل اور اخبارات جاری کئے گئے -

حضرت خلیفہ ثانیؓ نے خواہش فرمائی تھی - کہ ہر سال کم از کم ایک نیا مشن قائم کیا جائے -

۲ - سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کا دورِ خلافت بے شمار ملی خدمات سے بھی بھرا ہوا ہے - آپ کی ملی خدمات میں سے ایک اہم خدمت کشمیری مسلمانوں کے حقوق کی بحالی کے لئے عظیم جدوجہد ہے - ۱۹۳۱ء میں آپ نے کشمیر میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر مظالم رد کرنے کے لئے وائسرائے ہند کو ٹیلیگرام دی - اور شملہ میں بڑے بڑے قومی لیڈروں کا اجلاس بلوایا - نیز کشمیر کے مسلمانوں کی مدد کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی جس میں خواجہ حسن نظامی اور علامہ سر محمد اقبال جیسے اکابرین کی تجویز سے آپ کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر بنایا گیا - جس کے بعد آپ کی کوششوں، دعاؤں اور روحانی توجہات سے کشمیر میں مسلمانوں کو اپنے حقوق ملنے شروع ہو گئے -

۳ - سیدنا المصلح الموعودؓ نے ۱۹۳۸ء میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ قائم فرمائی - اور اس مجلس کے ماتحت مجلس اطفال الاحمدیہ قائم فرمائی - آپ نے فرمایا "قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی" آپ نے مجلس خدام الاحمدیہ کو جماعت کی ریڑھ کی ہڈی قرار دیا -

۴ - ۱۹۳۹ء میں سیدنا حضرت محمودؓ کی خلافت کے ۲۵ سال پورے ہونے پر خلافت جوبلی منائی گئی - آپ نے اس موقع پر جماعت کو شکرانے کے طور پر نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تاکید فرمائی -

۵ - اسی سال آپ نے ہجری شمسی کیلنڈر کا اجراء فرمایا اور تمام مہینوں کے نام کسی اہم تاریخی واقعہ پر رکھے - عیسوی کیلنڈر کے بالمقابل ہجری شمسی کیلنڈر کے مہینوں کے نام درج ذیل ہیں :-

(۱) جنوری / صلح - (۲) فروری / تبلیغ - (۳) مارچ / امان - (۴) اپریل / شہادت - (۵) مئی / ہجرت - (۶) جون / احسان - (۷) جولائی / وفا - (۸) اگست / ظہور - (۹) ستمبر / تبوک -

(۱۰) اکتوبر / اخاء - (۱۱) نومبر / نبوت - (۱۲) دسمبر / فتح

۶- چالیس سال سے اوپر عمر کے مردوں کے لئے آپ نے ۱۹۴۰ء میں مجلس انصار اللہ قائم فرمائی۔ ۱۹۲۲ء ۱۹۳۸ء اور ۱۹۴۰ء کو اس لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے کیونکہ ان سالوں میں آپ نے علی الترتیب لجنہ اماء اللہ۔ خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ کی ذیلی تنظیمیں قائم فرمائیں۔

۷- ۱۹۴۴ء میں سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر ظاہر ہوا کہ وہ وجود جس کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے مصلح موعود ہونے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ آپ ہی ہیں۔ اس بارہ میں آپ کو الہام ہوا۔

"اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُهٗ وَخَلِیْفَتُهٗ"

یعنی مَیں ہی مسیح موعودؑ اس کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں۔

آپ نے اس اہم انکشاف کا اعلان ۲۰ فروری ۱۹۴۴ء کو فرمایا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی تائیدات پہلے سے زیادہ آپ کے ساتھ شامل ہوگئیں۔ دیباچہ تفسیر القرآن میں آپ فرماتے ہیں:-

"ایک دن اس نے مجھ پر یہ ظاہر کر دیا کہ مَیں ہی وہ موعود فرزند ہوں جس کی خبر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۸۸۶ء میں میری پیدائش سے پانچ سال پہلے دی تھی

درازیٔ عمر کا نسخہ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:-

"اگر انسان چاہتا ہے کہ لمبی عمر پائے تو اپنا کچھ وقت اخلاص کے ساتھ دین کے لئے وقف کرے ——— آج دین کو ضرورت ہے کہ کوئی اس کا بنے۔ اور اس کی خدمت کرے۔"

(ذکر حبیب صـ۱۱)

اس وقت سے خدا تعالیٰ کی نصرت اور مدد اور بھی زیادہ زور پکڑ گئی اور آج دنیا کے ہر برّ اعظم میں احمدی مشنری اسلام کی لڑائیاں لڑ رہے ہیں۔" (دیباچہ صـ۳۲۴)

۸- ان ایام میں سیدنا المصلح الموعودؓ کا ایک اہم کام تحریک پاکستان میں حصّہ لینا ہے۔ آپ نے اس بارہ میں کئی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ جس کی تفصیل "تاریخ احمدیت" میں پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے ۳۱۳ درویشان کو قادیان میں رہنے کا حکم دیا۔ جن میں آپ کے اپنے بیٹے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب بھی شامل ہیں۔ ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ نے پاکستان ہجرت فرمائی اور لاہور میں عارضی

طور پہ رہائش رکھی۔

۹۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۴۸ء کو آپ نے ضلع جھنگ میں دریائے چناب کے دائیں کنارے ایک بنجر اور غیر آباد مقام پر نیا مرکز احمدیت بنا کر اس کی بنیاد رکھی۔ اور اس بستی کا نام ربوہ رکھا۔ اپنی والدہ رسیدہ نصرت جہاں بیگم رضؓ حرم حضرت مسیح موعودؑ) اور جملہ متعلقین سمیت یہاں رہائش اختیار فرمائی اور اس طرح آپ کے ذریعہ قرآن مجید کی ایک پیشگوئی پوری ہوئی۔ جیسا کہ فرمایا۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ۔

(مومنون۔ ۵۱)

اور ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو ایک نشان بنایا۔ اور ہم نے ان دونوں کو ایک اونچی جگہ پر پناہ دی جو ٹھہرنے کے قابل اور بہتے ہوئے پانیوں والی تھی۔

ربوہ کے ٹیلوں پر جب مصلح موعودؓ کے قدم لگے۔ تو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر یہاں سے پانی نکال دیا۔

ـــــــ (باقی)

نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو۔ اور غفلت نہ کرو۔ اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو۔ بچو۔ (ملفوظات جلد پنجم)

اک کام تو تم نے بھی پر نیک کیا ہوتا!

اس دل کو تڑپنے کا موقع تو دیا ہوتا
"وعدہ نہ وفا کرتے وعدہ تو کیا ہوتا"

یہ کیا کہ اشارہ سے خاموش کیا تم نے
اے کاش کہ ہونٹوں سے ہونٹوں کو سیا ہوتا

پھر وقت کے دریا کی موجیں بھی سہم جاتیں
ان جاگتی آنکھوں سے اک گھونٹ پیا ہوتا

ہم اور نہ کچھ ہوتے انسان فقط ہوتے
اس شان سے ہم نے بھی اے کاش جیا ہوتا

تم خود پہ بھی عاشق نہ ہوتے تو ہمیں کہتے
اس گل کے قصیدہ کا موقعہ جو دیا ہوتا

اے شوق ذرا سوچو داڑھی تو ہے لمبی سی
اک کام تو تم نے بھی پر نیک کیا ہوتا

(یاسین شوق۔ ربوہ)

ـــــ ٭ ـــــ

"ایوانِ محمود"

یہ خدا تعالیٰ کا انتہائی فضل و کرم ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو یہ توفیق ملی ہے کہ اس نے مرکزِ احمدیت ـــ ربوہ میں ایک نہایت شاندار خوشنما اور دیدہ زیب ہال ـــ "ایوان محمود" کے نام سے تعمیر کیا ہے۔ ہماری خوشی کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس ہال میں اہم ترین جماعتی تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔ جن میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بنفسِ نفیس شرکت فرماتے ہیں۔ ان ہی تقاریب میں جماعت کی اہم ترین تقریب مجلس مشاورت کا انعقاد بھی ہے جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سارے اجلاسات کی خود صدارت فرماتے ہیں۔ مجلس خدام الاحمدیہ جماعتی خدمت کی اس اہم خدمت کے بجا لانے پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔

اگرچہ یہ عمارت اپنا کام کر رہی ہے۔ مگر بہت سے پہلوؤں سے ابھی یہ نامکمل ہے اس میں ایک جدید ترین ساؤنڈ سسٹم نصب کرنا ہے۔ اس کی چھت کی وسیع پیمانے پر مرمت ہونی ہے۔ غسل خانوں کی تعمیر کرنی ہے۔ خوبصورت چار دیواری بنانی باقی ہے۔ ان سب اخراجات کا اندازہ ساڑھے چار لاکھ روپیہ کے لگ بھگ ہے۔ چونکہ یہ ایک بڑی رقم تھی۔ اس لئے مجلس خدام الاحمدیہ کی شوریٰ ۱۹۷۹ء نے حضور کی خدمت میں یہ سفارش کی کہ جس طرح اس ہال کی تعمیر کی ابتداء میں ۳۱۳/- روپے کے وعدہ جات مخلصینِ احمدیت سے حاصل کئے گئے تھے۔ اسی طرح یہ بڑا خرچہ کرنے کے لئے ایک دفعہ پھر ۳۱۳/- روپے کے وعدہ جات حاصل کرنے کی منظوری دی جائے۔

ہماری یہ خوش قسمتی ہے کہ حضور نے شوریٰ کی سفارش کو منظور کرتے ہوئے جماعت کو قربانی کرنے کا ایک اور موقع فراہم کیا ہے۔ اور اب ملک کے کونے کونے سے خدام، انصار، لجنات وغیرہ نے ۳۱۳/- روپے کے وعدہ جات بھیجنے شروع کر دیئے ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

یاد رہے کہ یہ رقم ادا کرنیوالوں کے نام ہال کی دیوار پر کندہ کئے جائیں گے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یہ وعدے تعمیر ہال کی اس مد کے علاوہ ہیں جو پہلے سے مقرر ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کو یقین ہے کہ خدام بڑھ چڑھ کر ان وعدہ جات میں حصہ لیں گے اور قربانی کے اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خلیفۃ وقت کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرینگے۔ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ آمین۔

شگوفہ باغِ دُنیا میں ہے جو بھی محوِ زینت ہے

(جناب فیض چنگوی)

تحمل جن کی طینت ہے تعشق جن کی فطرت ہے
جنہیں ایماں رسالت پر۔ جنہیں اللہ سے اُلفت ہے

محمدؐ کے جو دیوانے، کلام اللہ کے پروانے
جنھیں دینِ محمدؐ سے ہے ہمدردی محبت ہے

مزاجِ سنگ بدلا ہے، شعورِ جنگ بدلا ہے
زمانہ رنگ بدلا ہے۔ نئی دنیا کی حالت ہے

ہے مستی اس کی آنکھوں میں، حرارت اس کے سینے میں
شگوفہ باغِ دنیا میں ہے جو بھی محوِ زینت ہے

وطن والو! چمن والو! مجھے کچھ کام کرنا ہے
مگر ان سے گزارش ہے کہ جن کے دل میں غیرت ہے

مجھے ایسے قوی ایماں جوانوں کی ضرورت ہے

ہاں مل کر ان جوانوں سے مجھے کچھ کام کرنا ہے
اِدھر آئیں بڑھیں آگے جنہیں اس رہ پہ چلنا ہے

کبھی تہہ میں سمندر کی مجھے شاید اُترنا ہے
کبھی چوٹی ہمالہ کی مجھے بے سانس چڑھنا ہے

یہ مانا راہ مشکل ہے مگر عزم جواں میرا
مجھے گرنا سنبھلنا ہے سنبھل کر پھر سے چلنا ہے

فضا خشکی، تَرّی، صحرا، سفر دن رات، ہر لمحہ
خدا بندے کو کافی ہے، مجھے ہر دم یہ پڑھنا ہے

جہانِ نو کے خاکے میں توکل اور دعاؤں سے
تدبّر، عقل و ہمت سے عمل کا رنگ بھرنا ہے
اِدھر آئیں بڑھیں آگے جنہیں دعویٰ محبت کا
جنہیں اس رہ میں جینا ہے جنہیں اس رہ میں مرنا ہے

مجھے ایسے قوی ایماں جوانوں کی ضرورت ہے

اُٹھو! کردارِ مومن کو درخشاں ہم نے کرنا ہے
جمودِ بزمِ دنیا کو بھی لرزاں ہم نے کرنا ہے
جو ہیں کمزور دینا ہے انہیں درسِ جوانمردی
خدا چاہے اُنھیں پھر شیرِ یزداں ہم نے کرنا ہے
قسم ہے اُن پتنگوں کی جلے جو سوزِ ملّت میں
کہ اس محفل کو آخر پھر چراغاں ہم نے کرنا ہے
ہوا کی دھیمی چالوں کو، لبِ مومن کی پھونکوں سے
خس و خاشاک اُڑا دے جو، وہ طوفاں ہم نے کرنا ہے
شعورِ بخیہ سازیٔ گریباں کو فروغ ہر سُو
فروغِ جامہ ریزیٔ طاقِ نسیاں ہم نے کرنا ہے
صدا دوں گا میں پھر سوزِ بلالیؓ کو کہ آجائے
پھر اس گلشن کا ہر پتہ غزل خواں ہم نے کرنا ہے
خدا کے فضل و رحمت سے جہانِ روحِ فطرت کو
محمد مصطفٰےؐ کے زیرِ فرماں ہم نے کرنا ہے

مجھے لیکن قوی ایماں جوانوں کی ضرورت ہے

جناب سعود احمد خاں

۲۳ مارچ کا عزم صمیم

مارچ کا مہینہ برِ صغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی ایک جد و جہد کی یاد دلاتا ہے جو انہوں نے ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء کو شروع کی اور سات سال کے بعد ۱۴ اگست سنہ ۱۹۴۷ء کو اپنی منزلِ مقصود کو پالیا۔ ہمارے وطنِ عظیم کے بانی قائد اعظم اس مارچ کے کمانڈر تھے اور انہی کی قیادت میں یہ مہم سر ہوئی۔ روایت ہے کہ ایک تقریب میں جب قائد اعظم اسلامیہ کالج لاہور میں بطور مہمانِ خصوصی تشریف لے گئے۔ تو اتفاق سے اس روز یکم مارچ کی تاریخ تھی۔ انہوں نے طلبہ کو کہا۔ اب ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ اور آج کے دن سے ہی سرگرم عمل ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ دن ہی ہمیں ایک پیغام دیتا ہے آج یکم مارچ ہے اور Boys! 1st March. لڑکو! آؤ ہم آگے بڑھیں۔

عجیب اتفاق ہے کہ ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء سے ۵۱ سال قبل جماعت احمدیہ کے عقیدے کے مطابق بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بھی اللہ تعالےٰ سے حکم پاکر ایک مارچ کا پروگرام بنایا۔ جب آپ نے ایک مختصر سے گروہ سے خدمتِ اسلام اور اشاعت دینِ حق کے لئے بیعت لی۔ تو بیعت کے شرائط میں انفرادی طور پر وہ بات بھی رکھی جس کا ۵۱ سال بعد اجتماعی طور پر قوم نے خود فیصلہ کیا۔ یعنی شرطِ ششم۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرے گا۔ اور قال اللہ، قال الرسول کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

یہ تو [illegible] بات ہے کہ جیسے معاشرہ اوپر سے پاک ہوتا ہے یعنی پہلے بڑے اپنے آپ کو ٹھیک کریں تو [illegible] چھوٹے بھی ان کی پیروی کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ جب تک افراد فرداً فرداً اپنی اصلاح نہ کرلیں۔ اس وقت تک معاشرہ اجتماعی طور پر کبھی پاک و صاف نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ خواہ کتنے ہی صاف ستھرے برتن میں اگر دودھ ڈالا جائے تو ضروری ہے کہ اس کی ایک ایک بوند پاک و صاف ہو۔ ورنہ گندے دودھ کی مقدار کبھی بھی پاک و صاف برتن میں جاکر پاک و صاف نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ خود برتن بھی گندے دودھ کے ساتھ گندا ہی مانا جائے گا۔ پس ہم احمدیوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ہم نے انفرادی طور پر پاک و صاف

ہونے والے الٰہی منصوبے کو قبول کرنے کی توفیق ملی۔ اور اگر ایک گروہ امت میں ہر وقت ایسا موجود رہے جو اس عہد پر کاربند ہو جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے ساتھ ان کی کوششوں کو اپنی برکتوں سے نواز دیتا ہے۔

جب ہر مومن اپنی جگہ پاک و صاف ہو کر اپنی ذات پر اللہ کی حکومت قائم کرتا ہے تو پھر اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰۃُ الْمُسْلِمِ کے تحت معاشرہ خود بخود پاک و صاف ہو جاتا ہے اور یہی دین کی غرض ہوتی ہے۔ کہ پاکباز اور مطہر وجودوں پر مشتمل ایک پاک معاشرہ بنایا جائے۔ اور جب وہ اس پاک معاشرہ کو قائم کر لیتے ہیں۔ تو ہر میدان میں کامیابی اور ترقی ان کے قدم چومتی ہے یہ مکہ میں چند سو نفوس پر مشتمل پاک و صاف جماعت مومنین کا انعام تھا کہ یثرب کے لوگوں نے ان کے قدم چومے اور اس طرح وہ یثرب جو عرب میں کسی خاص مقام کا حامل نہ تھا۔ اور بخار اور بیماریوں کے سبب یثرب کہلاتا تھا جس کے معنی ہی بخار کے ہیں مدینۃ النبیؐ کے مقدس نام سے موسوم ہوا اور یہی وہ مقدس مقام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نمونہ کی شہری ریاست بھی قائم فرمادی جس کے آگے تمام عرب سرنگوں ہوا۔ یہ سب کیوں ہوا اور کیسے ہوا؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے۔ اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا۔ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔ اَللّٰھُمَّ

دو بڑے اصول

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

"ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ اول خدا کے ساتھ تعلق رکھنا اور دوسرے اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا"

(ذکرِ حبیب صفحہ ۱۸۰)

صلی وسلم وبارک علیہ والہ
معہ وھمہ وحزنہ لھذہ
الامۃ وانزل علیہ انوار رحمتک
الی الابد" (برکات الدعا)

پس کسی معاشرہ اور کسی قوم کی سرفرازی اور عزت اور عظمت کی ہمیشہ بنیاد یہی ہوتی ہے کہ پہلے اس کے افراد اپنے اوپر اللہ کی حکومت قائم کرکے اپنا استحقاق ثابت کردیں پھر ان کا یہ حق کوئی نہیں روک سکتا۔ اور نہ کوئی چھین سکتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ پھر دوسروں کے حقوق ان کے ہاتھوں میں محفوظ ہوجاتے ہیں اور دنیا میں امن قائم ہوجاتا ہے۔ اور اگر کوئی جماعت مومنین اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس عہد پر قائم کرکے دکھا دے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے دنیا کو امن کی یہ ضمانت دے دیتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ
اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا
الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ
وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَ
لِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ○

یعنی یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں طاقت بخش دیں تو وہ نمازوں کو قائم کریں گے (یعنی اللہ کے حقوق ادا کریں گے۔ دوسرے معنوں میں یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ طاقت کے آجانے کے بعد بھی وہ اس عہد پر قائم رہیں گے جو انہوں نے اللہ کی حکومت کو اپنے نفسوں پر قائم کرنے کا کیا تھا) اور زکوٰتیں ادا کریں گے (یعنی بندوں کے حقوق ادا کریں گے اور ان کے ادا کرنے میں اپنے حقوق کی قربانی دیں گے) اور نیک باتوں کا حکم دینگے اور بری باتوں سے روکیں گے اور سب کاموں کا انجام خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اس تمام تفصیل کو اللہ تعالیٰ نے ایک لفظ سے بھی ادا کیا ہے اور وہ ہے عدل۔ فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ
تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا
وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ
اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ۔ اِنَّ
اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ
اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔

اللہ یقیناً تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مستحقوں کے سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں پر حاکم مقرر ہو تو عدل سے حکومت کرو۔ اللہ جس بات کی تم کو نصیحت کرتا ہے وہ یقیناً بہت اچھی ہے۔ اللہ یقیناً بہت سننے والا اور دیکھنے والا ہے (یعنی اگر تم حکومت کے بعد اس پر قائم نہ رہو تو مت سمجھو کہ اللہ کی گرفت سے بچ سکتے ہو)

عدل ہمیشہ اپنے غیر کے ساتھ مساویانہ سلوک سے ہوتا ہے۔ ہمیں اس بات کی خوشی ہے۔ کہ

جب برصغیر پاک وہند میں ہمارے بزرگوں نے علیحدہ وطن اور حکومت کا مطالبہ کیا تو اِس پس منظر میں کیا کہ اس وقت کی اکثریت ملک کی اقلیت کے ساتھ غیر کا سلوک کر رہی تھی اور ہرگز برابری کا درجہ دینے کو تیار نہ تھی۔ گویا اکثریت جمہوریت کے نام پر اقتدار حاصل کر کے عدل کو قائم کرنے سے گریزاں تھی۔ چنانچہ پاکستان کے مطالبہ کی قرارداد پر تقریر کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا تھا:۔

"ہم آزاد اور خودمختار قوم کی حیثیت سے اپنے ہمسایوں کے ساتھ امن اور سلامتی کے ماحول میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ ہم اپنے روحانی ثقافتی، اقتصادی سماجی اور سیاسی امور کو اُن نظریات کو ترقی دینا اور پروان چڑھانا چاہتے ہیں جن کو ہمارے لوگوں نے نہایت یقین اور خلوص سے بڑے فہم و ادراک کے ساتھ اپنایا ہے"

یہ وہ حق ہے جو ہر قوم اپنے لئے چاہتی ہے۔ ہندو بھی یہی چاہتے تھے اور مسلمان بھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسا ظرف اور فہم و فراست عطا کی ہے کہ اگر وہ امن و سلامتی کے ساتھ اختلافات کو طے کرنا چاہے تو عدل و انصاف کی بنیادوں پر ان کو طے کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے بزرگوں نے تقریباً نصف صدی تک اکثریت سے عدل و انصاف کی بھیک مانگی لیکن وہ اپنے گھمنڈ میں جمہوریت کو اکثریت کی ہی حکومت سمجھتے رہے۔ آخر وہ وقت آیا۔ جب مسلمانوں نے اپنی منفرد بالا روایات اور فخر و مباہات کے تحفظ کے لئے خودمختاری کا اعلان کیا۔ کیونکہ ملک کے ایک حصہ پر ان کو وہی اکثریت کی حیثیت حاصل تھی جو کل برصغیر میں غیر مسلموں کو حاصل تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر یہ علاقے مسلمان علاقے بن جاتے تھے۔ لیکن ہمیں اپنے بزرگوں کی نیک نیتی اور پُرخلوص انسان دوستی کو بے اختیار خراجِ تحسین ادا کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو جو قرارداد لاہور میں اپنی علیحدہ خودمختار ریاست کے لئے پاس کی اس میں واشگاف الفاظ میں اپنے علاقے میں غیر مسلم اقلیت کو پہلے یہ ضمانت دی کہ "آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ سیشن اس عزم صمیم کا اعلان کرتا ہے کہ اِن علاقوں (یعنی شمال مغرب اور مشرق میں مسلمانوں کے خودمختار مسلمان علاقوں) کی اقلیتوں کو خود ان کے مشوروں سے ایسی معقول اور مؤثر آئینی اور دستوری اور قانونی واضح ضمانتیں دی جائیں جن سے ان کے اپنے مذہبی ثقافتی اقتصادی سیاسی اور انتظامی حقوق کو تحفظ حاصل ہو جائے"۔ اور پھر ہندوؤں سے بھی توقع کی کہ:۔

"ہندوستان کے دوسرے علاقوں
میں بھی جہاں مسلمان اقلیت میں
ہیں ان کو خود ان کے مشوروں سے
ایسی معقول اور مؤثر آئینی اور
دستوری اور قانونی واضح ضمانتیں
دی جائیں۔ جن سے ان کے اپنے
مذہبی ثقافتی اور اقتصادی سیاسی
اور انتظامی حقوق کو تحفظ حاصل
ہو جائے۔"

یہ ہے وہ عزم جو خود پاکستان کے حصول اور
اس کی حکومت کو چلانے کے لئے مسلم لیگ کے
زعمائے کرام نے کیا اور یہی مطالبہ برِّ صغیر کی
دوسری اکثریتی جماعت سے بھی مسلمانوں کے
حق میں کیا۔

قائداعظم اور ان کے پرخلوص ساتھیوں کو
علم تھا کہ یہ عہد نہیں نبھایا جا سکتا۔ جب تک کہ
انفرادی طور پر ہر شخص اللہ کی حکومت کو اپنی مرضی
سے اپنے نفس پر قائم نہ کرے۔ چنانچہ اس قرارداد
کی تجدید کے وقت یعنی اپریل ۱۹۴۶ء میں جب
مسلم لیگ کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے صوبائی
اور مرکزی اسمبلی کے اراکین سے حصولِ پاکستان
کے عزم کا عہد لیا۔ تو اس عہد کو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ
وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

کی آیات سے شروع کیا۔

کتنا بڑا عزم تھا اور صد آفرین ہے حضرت
قائدِ اعظم محمد علی جناح کو جب پاکستان حقیقت
میں نقشۂ عالم پر اُبھر آیا تو اس فتح اور کامیابی
کے جوش و خروش میں بھی اس عزم کو یاد رکھا۔
چنانچہ ۱۱ اگست کو پاکستان کے سرکاری قیام
سے تین دن قبل جب پاکستان کی دستور ساز
اسمبلی نے کام شروع کیا تو غیر مبہم الفاظ میں
اعلان فرمایا۔

وقت کے ساتھ ساتھ تمام اکثریت
اور اقلیت کے جھگڑے ہندو فرقے
اور مسلم فرقے کے اختلافات ختم
ہو جائیں گے کیونکہ خود مسلمانوں
میں بھی فرقے ہیں۔ پٹھان پنجابی
شیعہ سُنی وغیرہ اور ہندوؤں
میں برہمن، ویش کھشتری وغیرہ ہیں۔
اور بنگالی اور مدراسی کے جھگڑے الگ
ہیں اگر آپ مجھ سے پوچھیں تو میں
کہوں گا کہ ہندوستان کی آزادی
اور خود مختاری کے حصول کی راہ
میں یہ سب سے بڑی رکاوٹ رہی
ہے اگر یہ نہ ہوتی تو ہم بہت پہلے
آزادی حاصل کر چکے ہوتے......
پس ہمیں ماضی سے سبق حاصل کرنا
چاہیئے...... تاریخ کے صفحات

شاہد ہیں - کہ کچھ عرصہ قبل انگلستان
میں حالات آج کے ہندوستان سے
بھی بدتر تھے - رومن کیتھولک
پروٹسٹنٹ ایک دوسرے کے
جانی دشمن تھے - اب بھی ایسے
ممالک موجود ہیں جہاں رنگ یا
نسل کے امتیازات قائم ہیں -
اور ایک مخصوص فرقے پر پابندیاں
عائد کی جاتی ہیں - خدا کا شکر ہے
ہم اس زمانہ میں آغاز نہیں کر رہے
ہم اس زمانے میں آغاز کر رہے ہیں
جبکہ دو فرقوں کے درمیان کسی قسم
کا امتیاز روا نہیں رکھا جاتا جبکہ
ایک فرقہ کو دوسرے فرقے پر رنگ
یا نسل کی وجہ سے ترجیح نہیں دی
جاتی - ہم اس بنیادی اصول سے
آغاز کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک
ہی مملکت کے شہری ہیں اور
برابر کے شہری ہیں - انگلستان
کے لوگوں کو بھی وقت کے ساتھ
ساتھ حقائق کا سامنا کرنا پڑا تھا -
...... اس آگ کے دریا سے
انہیں رفتہ رفتہ گزرنا پڑا تھا -
آج آپ کہہ سکتے ہیں کہ انگلستان
میں نہ رومن کیتھولک رہتے - نہ
پروٹسٹنٹ - وہاں جس چیز کا وجود
ہے وہ ہے شہری - اور وہاں
ہر شخص شہری ہے انگلستان
کا شہری - برابر کا شہری - پوری
قوم کا فرد -

ہمیں بھی اس نصب العین کو
ہر وقت سامنے رکھنا چاہیئے -
وقت کے ساتھ ساتھ آپ دیکھیں گے
کہ نہ ہندو ہندو رہے گا اور نہ مسلمان
مسلمان مذہب کے معنوں میں نہیں
کیونکہ یہ تو ذاتی عقیدے کا مسئلہ
ہے - جب کوئی مسلمان ہوگا - اور
کوئی ہندو بلکہ سیاست کے معنوں
میں جب ہر شخص مملکت کا شہری
ہوتا ہے "

(قائد اعظم کا پیغام - مرتبہ سید قاسم محمود
پاکستان اکیڈمی لاہور صفحہ ۲۰۵-۲۰۶)

"تم خدا تعالیٰ کے مناسب حال
زبانیں بناؤ - تبھی کامیابی ہوگی
تم اپنا مقصد اور مدعا مت
بھولو - تمہارا مقصد یہ ہے کہ
تم نے اسلام کے جھنڈے کو دنیا
میں گاڑنا ہے " (خطبات نور)

ہماری شان - خدمتِ خلق

مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است ❊ ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

میرا مقصود و مطلوب اور دلی خواہش خدمتِ خلق ہے ـ یہی میرا کام یہی میری ذمہ داری ہے اور یہی میرا فریضہ اور طریقہ ہے۔

ـــــ مسیح موعودؑ ـــــ

مخلوق سے حسنِ سلوک

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ۔

کہ مخلوق خدا کی عیال ہے اور خدا کو مخلوق میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کی عیال سے حسن سلوک کرتا ہے۔ خدائے قدوس کے جو حقوق انسان پر ہیں انہیں حقوق اللہ اور جو بندے کے حقوق بندے پر ہیں۔ انہیں حقوق العباد کہتے ہیں۔ اور اسلام نے ان دونوں حقوق کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی ہے اور نہیں کہا جاسکتا کہ قیامت کے دن آپ کے نامۂ اعمال میں کس کا وزن زیادہ ہوگا۔

اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ مَیں دو ہی چیزیں لے کر آیا ہوں ایک تعلیم لامراللہ دوسرا شفقت علی خلق اللہ۔ ۱۹۰۷ء کے جلسہ سالانہ پر جو آپ کی زندگی کا آخری جلسہ سالانہ تھا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اپنی جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

”انسان کا جب بھائیوں سے معاملہ صاف نہیں تو خدا سے بھی نہیں۔ بے شک خدا کا حق بڑا ہے۔ مگر اس بات کو پہچاننے کا آئینہ کہ خدا کا حق ادا کیا جا رہا ہے یہ ہے کہ مخلوق کا حق بھی ادا کر رہا ہے یا نہیں“

(بدر ۹ر جنوری ۱۹۰۸ء)

کس کے خادم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب خدام الاحمدیہ کا قیام فرمایا تو آپ نے کئی بار نوجوانوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ خدام الاحمدیہ کا یہ مطلب نہیں کہ تم صرف احمدیوں کے خادم ہو بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمہاری خدمت

کا معیار کم از کم احمدیت کے مطابق ہو۔ ورنہ تم تمام بنی نوع انسان کے خادم ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارا اصول تو یہ ہے کہ ہر ایک سے نیکی کرو۔ اور خدا تعالےٰ کی کل مخلوق سے احسان کرو۔"

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۳۰۱)

حدیثِ رسولؐ

کتب حدیث میں ائمہ نے اخلاق سے متعلق الگ باب باندھے ہیں۔ جن میں ہر ایک سے ہمدردی و خیر خواہی، مصائب و مشکلات میں مبتلا افراد کے بوجھ اٹھانا۔ غمخواری۔ خندہ پیشانی۔ تیمارداری۔ تعزیت۔ پڑوسی سے حسنِ سلوک۔ ناداروں۔ یتیموں۔ محتاجوں۔ اپاہجوں کی خبر گیری۔ بھوکوں اور مسافروں کو کھانا کھلانا اپنے ماں باپ کے احباء سے حسن سلوک اور ان کا احترام۔ حیوانوں پر شفقت۔ معاشرہ کے کمزور طبقہ پر رحم و کرم۔ احباء اور بھائیوں کی زیارت یعنی ملاقات۔ مقروضوں سے وصولی میں سہولت۔ اصلاح بین الناس یعنی روٹھے ہوؤں میں صلح کروانا۔ صلہ رحمی۔ بچوں پر شفقت۔ بڑوں کا ادب۔ راستوں کی صفائی مہمان نوازی۔ تلطف اور نرم روی۔ میانہ روی کے بارہ میں صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کئے ہیں۔ سیرت کی کتب میں اس بارہ میں حضور کے عملی نمونہ کی مثالیں اور واقعات درج کئے ہیں۔

مندرجہ بالا حقوق میں سے ایک ایک خلق کے بارہ میں لکھا جا سکتا ہے ان میں سے ہر ایک حق اہم اور واجب ہے لیکن ان کے تفصیل سے بیان میں طوالت مانع ہے۔ چند حقوق بیان کئے جاتے ہیں:۔

ہمدردی و خیر خواہی

مومن اور مسلم کسی کا کبھی بدخواہ نہیں ہو سکتا۔ وہ ہر ایک کا خیر خواہ ہوتا ہے جہاں تک اس کا بس چلے، خیر خواہی کرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا الدین نصیحۃٌ۔ دین خیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! کس کی خیر خواہی۔ فرمایا۔ اللہ کی اس کے رسولؐ کی اور تمام مسلمانوں کی۔ اگر ہم صرف اس ایک خُلق پر عمل پیرا ہو جائیں۔ تمام مسلمان ہر ایک کے خیر خواہ ہو جائیں کوئی کسی کا بدخواہ نہ ہو تو کیا معاشرہ میں ایذا دہی۔ چوری، غیبت کسی کی جان و مال اور عزت پر کوئی حملہ کر سکتا ہے یہ سب کچھ بدخواہی میں شامل ہیں۔

دوسرا حق

لوگوں کے بوجھ اٹھانا مصائب اور مشکلات

میں مبتلا افراد کے کام آنا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ وصف بیان فرمایا تھا "تَحْمِلُ الْکَلَّ" کہ آپ لوگوں کا بار اٹھاتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ اللہ اس شخص کی مدد کرتا ہے جو اپنے بھائیوں کی مدد کرتا ہے۔ اللہ اس کی گھبراہٹوں کو دور کرتا ہے جو لوگوں کی تکلیفوں میں ان کا ہاتھ بٹاتا اللہ اس کی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے جو اپنے بھائیوں کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

تیسرا حق

تیمار داری ہے۔ دمشق کے شریف کالج کے پروفیسر نے الاشتراکیۃ الاسلامیہ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ بعض اسلامی حکومتوں کے وقت ہسپتال میں ایسا عملہ ملازم رکھا جاتا تھا۔ جو بیمار کو بتلائے بغیر اس کے اردگرد ایسی باتیں کرتا تھا جس سے بیمار کی ڈھارس بندھتی۔ اس کا حوصلہ بلند ہوتا مثلاً وہ کہتا کہ اب تو یہ بیمار روبصحت معلوم ہوتا ہے۔ اس کے چہرہ پر اب رونق ہے۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ یہ چند روز کے اندر صحت مند ہو کر اپنے گھر چلا جائے گا۔

بعض اوقات آپ کا ایک فقرہ مریض کے مرض کو دور کر دیتا ہے۔ پس کسی مبتلائے مرض کے مرض کا ازالہ اپنے میٹھے بول سے کیجئے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت اس کو ملے گی مَنْ اَطَابَ الْکَلَامَ۔ جس نے اچھے بول بولے۔

چوتھا حق

مہمان نوازی۔ حدیثوں میں یہ واقعہ درج ہے۔ کہ جب ایک رات حضرت طلحہؓ، ان کی بیوی اور بچے بھوکے سو رہے اور انہوں نے مہمان کو کھانا کھلا دیا۔ کہ گھر میں صرف اتنا ہی کھانا تھا کہ یا مہمان کھالے یا وہ اور انکے اہل وعیال کھالیتے۔ اور اللہ ان کے اس فعل پر راضی ہو گیا اور اس نے اپنے رسول کو اس کی اطلاع کی۔ یہ آیت انہیں کے بارہ میں نازل ہوئی تھی۔

وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ
وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃٌ۔

کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ایسے ہیں کہ اگر ان کو ذاتی ضرورت ہو تو بھی وہ دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے ہیں۔

پانچواں حق

مسافروں سے متعلق ہے۔ مسافر اپنے گھر سے باہر ہوتا ہے۔ اور سفر بہرحال صعوبت ہے مسافر کی سفر میں مدد۔ اس کی مہمانی۔ اس کے آرام کے لئے آپ کی سعی اُسے ہمیشہ یاد رہے گی۔ اور یہ مسافر کا حق ہے ہمارا اس پر احسان نہیں ہے۔

بے شک ربوہ میں مسیح پاک کا لنگر خانہ قائم ہے لیکن اس کی وجہ سے ربوہ کے باسیوں کے مہمان نوازی کے حقوق ساقط نہیں ہو جاتے۔
آپ نے سُنا اور مشاہدہ کیا ہوگا کہ ربوہ کے اڈہ پر مسافروں کو بغیر کسی دنیوی معاوضہ کے جو ٹھنڈا پانی پیش کیا جاتا ہے اس کا کتنا نیک اثر ہے
جُبِلَتِ الْقُلُوبُ عَلٰی حُبِّ مَن اَحسَنَ اِلَیھا۔
دل مائل ہوتے ہیں اس کی طرف جو اُن سے نیک سلوک کرتا ہے۔
پس میں خدام سے عرض کروں گا کہ دنیا کے دل جیتیں خدمتِ خلق سے۔ کہ آپ انسانیت کے خادم ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کریں۔ کہ یہ ہمارا ورثہ ہے۔ ہماری متاع ہے ؛

(تحریر - غلام باری سَیف)

خالد معلوماتی مقابلہ نمبر ۳

(مرتبہ :- محمود احمد اشرف)

مجلس خدام الاحمدیہ ضلع جھنگ کے تعاون سے خالد معلوماتی مقابلہ پیش خدمت ہے۔ اس میں اوّل اور دوم آنے والے خدام کے لئے بالترتیب دس اور پانچ روپے کے انعامات مقرر ہیں۔ جوابات بھجوانے کی آخری تاریخ ۳۰ مارچ ۱۹۷۰ء ہے۔

۱۔ مدینہ کا وہ شخص کون تھا۔ جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا؟
۲۔ کس قصہ کو قرآن کریم میں "احسن القصص" کہا گیا ہے؟
۳۔ پیدائش کی گھڑی بچے کی نبض کس رفتار سے چلتی ہے؟
۴۔ جگنو سے نکلنے والی روشنی کو سائنسی اصطلاح میں کیا کہتے ہیں؟
۵۔ کس عنصر کا نام کسی دیوتا کے نام پر رکھا گیا ہے؟
۶۔ امریکہ کی کس ریاست کو "Mother of Presidents" کہا جاتا ہے؟
۷۔ کیا سرور کونین نے کسی کی امامت میں نماز ادا کی؟ اگر کی تو کس کی امامت میں؟
۸۔ پیدائش کے وقت بچے کی عمر کس ملک میں نو ماہ تسلیم کی جاتی ہے؟
۹۔ حضرت مسیح موعودؑ کے خاص صحابہؓ میں سے "تراب" کن کا تخلص تھا؟
۱۰۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں سب سے پہلے تدفین کی سعادت کن کو نصیب ہوئی؟

طنز و مزاح

تلیر

مرسلہ:۔ ارشاد احمد ملہی - ربوہ

"آپ نے تلیر دیکھا؟" "شیو بناتے وقت روز آئینے میں زیارت کر لیتا ہوں"۔
ادائے خاص کے ساتھ رکوع میں چلے گئے۔ اور گھٹنے پکڑے پکڑے ہماری صورت دیکھ کر دیر تک ہنستے رہے۔ پھر ارشاد ہوا۔ چتکبرا ہوتا ہے۔ اس لئے ابلقہ بھی کہتے ہیں۔ مٹھی میں دبالیں تو پتہ بھی نہ چلے کہ خالی ہے یا بھری۔ آپ اسے تنہا کبھی نہیں دیکھیں گے۔ دو تین سو کا جھنڈ بنا کر بسیرا کرتے ہیں۔ چٹکی بھی بجا دو تو ساتھ بھرّا مار کر اُڑ جائیں گے۔

تلیر صرف فصل کے وقت نظر آتا ہے۔ فصل کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں مکوڑوں کو کھاتا ہے اسی لئے حکومت کا تحفظ حاصل ہے۔ چوری چھپے مارنا پڑتا ہے۔

قدرت نے کیموفلاژ کے لئے ایسا رنگ اور شکل بنائی ہے کہ درخت پر بیٹھا پتوں میں بالکل نظر نہیں آتا۔ لیکن دنیا کی کوئی طاقت اسے چونچ کھولنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ بس اسی سے مار کھاتا ہے آواز پر نشانہ لگایا جاتا ہے۔ اسے مرنا منظور ہے مگر چپ کا نہیں رہ سکتا۔ اس کی زبان کا ماء اللحم سہ آتشہ بنا کر گونگے آدمی کو پلائیں تو سات دن میں پٹر پٹر بولنے لگے۔ بے زبان ہیوا ایک گھونٹ بھی پی لے تو دو دن میں اس کی سانس باؤلی ہو کر مر جائے۔

بڑے چھرّے کی تاب نہیں لاتا۔ ڈسٹ (بہت مہین چھرّے) استعمال کرنا پڑتا ہے ایک فیر میں سو تلیر گرا لیجئے۔۔ دو تین تو چھرّوں کے ذرّات سے زخمی ہو کر گرتے ہیں۔ پچاس ساٹھ محض آواز کے صدمے سے جاں بحق تسلیم۔ باقی دیکھا دیکھی۔ ہاں ایک بات کا خیال رہے زمین پر گرنے کے خوف سے راستے ہی میں ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا کلمہ پڑھ کر فیر کریں۔ ورنہ مردار ہو جائیگا۔ ذرا چھری پھیر دو تو بیر سی گردن الگ ہو جاتی ہے۔ چڑیا سے بھی زیادہ خوشبودار گوشت، ہڈیاں سوئیوں سے زیادہ باریک اور کرکری۔ ہڈی سمیت کرر کرر کھاتے ہیں۔ شکل وجثہ سب کا یکساں۔ کم از کم انسانی آنکھ نر مادہ میں فرق نہیں کر سکتی۔ تلیر اور اردو الفاظ کی تذکیر و تانیث معلوم کرنے کے لئے چھٹی حس درکار ہے۔ اس کی نسل بڑی تیزی سے بڑھتی پھیلتی ہے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں نر بھی ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(یوسفی)

دیس بدیس

ہالینڈ یا نیدرلینڈ

(جناب عبدالحکیم اکمل سابق مبلغ ہالینڈ)

جائے وقوع:-

ہالینڈ یا نیدرلینڈ ہموار زمین پر مشتمل یورپ کا ایک چھوٹا سا سرسبز و شاداب ملک ہے۔ جو یورپ کے شمال مغربی حصہ میں واقع ہے۔ اس کے شمال میں بحیرہ شمال مغربی۔ جنوب میں بلجیم کا ملک ہے۔ تو مشرق میں جرمنی اور مغرب میں بحیرہ شمالی ہے۔ اس مغربی حصہ یورپ کے علاوہ وسطی امریکہ کے جزائر جو ANTILLEN کے نام سے مشہور ہیں۔ بھی ہالینڈ کے زیر نگین ہیں۔ ہالینڈ کا جنوبی امریکہ میں واقع مقبوضہ "ڈچ گیانا" جنوری ۱۹۷۶ء سے آزاد ہو چکا ہے، اب اس کا نام جمہوریہ سوری نام ہے۔ انڈونیشیا کی آزادی سے پہلے ڈچ لوگوں نے انڈونیشیا پر بھی ۳۵۰ سال تک حکومت کی ہے۔

رقبہ و آبادی

ہالینڈ کا رقبہ ۳۶۱۵۲ مربع کیلومیٹر ہے۔ آبادی چودہ ملین ہے۔ یہاں کے محکمہ اعداد و شمار نے جو حالیہ اندازہ شائع کیا ہے اس کے مطابق سن ۲۰۰۰ء میں ہالینڈ کی آبادی بیس ملین یعنی دو کروڑ تک پہنچ جائے گی۔ رقبہ کے لحاظ سے آبادی بہت زیادہ ہے اور ہالینڈ دنیا کے گنجان ترین ملکوں میں سے ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے ڈچ باشندے اپنا ملک چھوڑ کر دوسرے ملکوں میں جیسے کینیڈا آسٹریلیا۔ انڈونیشیا۔ جنوبی امریکہ اور جنوبی افریقہ میں آباد ہو چکے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں دوسرے ملکوں میں آباد ہونے والوں کے لئے جملہ انتظامات میں حکومت خود مدد کرتی ہے۔

مختلف نسلیں

یہاں پر مختلف قسم کی نسلوں کے لوگ آباد ہیں۔ مگر اصلی ڈچ باشندوں کی تین اقسام ہیں۔ اوّل۔ شمالی یورپین نسل۔ ان کے سر اور چہرے ذرا لمبوترے معلوم ہوتے ہیں۔ بال سنہرے اور آنکھیں نیلی ہیں۔ جسم کے ذرا دُبلے اور قد کے لمبے ہیں۔ یہی نسل غالب اکثریت میں ہے۔

دوم۔ ALPINA نسل کے لوگ ہیں یعنی مرکزی یورپ کی نسل۔ یہ لوگ قدرے چھوٹا قد اور چھریرے بدن رکھتے ہیں۔ چہرے ذرا چپٹے

سے دکھائی دیتے ہیں۔ رنگ سفید اور بال کھلے سُنہرے۔ یہ لوگ زیادہ تر ہالینڈ کے مشرقی حصہ میں آباد ہیں۔ سوئم:۔ ہالینڈ کے جنوبی حصہ کے لوگ ہیں۔ یہاں پر ملی جُلی نسلیں ہیں۔ تاہم عام طور پر قد کے چھوٹے۔ گول چہرہ اور سیاہ بال رکھتے ہیں۔ آنکھیں بھی سیاہ ہیں۔ سپین کے لوگوں کی ملی جلی نسلیں ہیں۔

علاوہ ازیں ہالینڈ کی نوآبادیات سے بھی لوگ یہاں آکر آباد ہو چکے ہیں۔ جیسے ڈچ گیانا۔ جنوبی امریکہ اور وسطی امریکہ کے جزائر ANTILLEN سے تقریباً اڑھائی تین لاکھ انسان جن میں انڈین اور حبشی نسل کے لوگ ہیں یہاں آگئے ہیں۔ اسی طرح انڈونیشیا سے بھی کثیر تعداد میں لوگ یہاں آکر آباد ہو چکے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے ترکی، مراکش، ہندوستان پاکستان۔ یونان۔ یوگوسلاویہ۔ سپین۔ پرتگال ایران۔ چین۔ جاپان۔ چلی اور مشرقی افریقہ وغیرہ سے بھی بہت سے لوگ محنت مزدوری کرنے یا دیگر بعض وجوہات کی بناء پر اس ملک میں آباد ہو گئے ہیں۔ مختلف النوع لوگوں کی آپس میں شادیوں کے نتیجہ میں ایک نئی قسم کی نسل جنم لے رہی ہے۔

زبان

اہل ہالینڈ کی اپنی زبان ہے۔ جسے ڈچ DUTCH زبان کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اسے NEDERLANDS اور HOLLANDS بھی کہا جاتا ہے۔ ڈچ زبان گرامر اور تلفظ کے لحاظ سے خاصی مشکل ہے۔ جرمن زبان سے قدرے ملتی جلتی ہے۔ جرمن کہتے ہیں کہ ڈچ لوگوں نے ہماری زبان کو بگاڑا ہے اور ڈچ لوگ کہتے ہیں کہ جرمنوں نے ہماری زبان کو بگاڑا ہے۔

بڑی عمر کے لوگ اردگرد کے ملکوں کی زبانیں زیادہ نہیں جانتے۔ خاص طور پر انگریزی تو بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔ مگر نئی پود کئی دیگر زبانیں۔ جرمن۔ انگریزی۔ فرنچ۔ لاطینی۔ سپینش وغیرہ بھی سمجھتی ہے۔ یہ زبانیں ان کو سکول میں پڑھائی جاتی ہیں۔ کیونکہ ڈچ لوگوں کو اپنی تجارت کے سلسلہ میں ان سب زبانوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ جیسے کہ شروع میں بیان ہوا۔ ہالینڈ متعدد ملکوں سے گھرا ہوا ہے۔ اور ان کے ساتھ اس کے تجارتی اور معاشرتی گہرے تعلقات ہیں اس لئے ان ملکوں کی زبان جاننا ڈچ لوگوں کے لئے بہت ضروری اور فائدہ مند ہے۔ ہالینڈ میں انگریزی زبان کا اثر و نفوذ جنگِ عظیم ثانی کے بعد سے زیادہ ہوا ہے۔

ابتدائی تاریخی حالات

ہالینڈ کو بھی دوسرے چھوٹے ملکوں کی طرح مختلف ادوار میں سے گذرنا پڑا۔ پندرھویں اور

سولہویں صدی عیسوی میں اس پر سپین کا قبضہ تھا۔
لوگ کافی خستہ حالی میں رہے۔ تاہم انہیں غیر ملکی حکومت
ایک آنکھ نہ بھاتی تھی۔ اور اس سے جلد از جلد چھٹکارا
حاصل کرنا چاہتے تھے۔ حکومت کی طاقت کے آگے
عوام کی کچھ پیش نہ جاتی تھی۔ لیکن پھر بھی بڑی دلیری
اور جانفشانی سے آزادی کی جدّ و جہد کرتے رہے۔
سولہویں صدی کے ابتداء میں یہ کوششیں منظم صورت
میں شروع کی گئیں اور یہ ساری مساعی ایک جرمن
نژاد خاندان کے ایک فرد WILLIAM THE
SILENT OF ORANGE کی سرکردگی میں جاری
رہیں۔ یہاں تک کہ پورے ۸۰ سال لڑتے رہنے کے
بعد ۱۵۸۸ء میں انہوں نے آزادی حاصل کی اور
سپین کی BURGUNDIAN سلطنت کو زوال
ہوا۔ ہالینڈ کے آزاد ہونے کے بعد یہاں بادشاہت
آ گئی۔ سترھویں صدی عیسوی تک ہالینڈ نے خوب
اقتصادی ترقی کی۔ آرٹ اور دیگر علوم میں بھی اچھا
نام پیدا کیا یہی وجہ ہے کہ ہالینڈ کی تاریخ میں اسے
"سنہری زمانہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اٹھارہویں صدی میں ہالینڈ پر فرانسیسیوں
نے اقتدار جما لیا۔ چنانچہ نپولین کا بھائی
BONA PARTE LOUIS بادشاہ مقرر ہوا۔
لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ہی نپولین کے اقتدار
کو بھی زوال آ گیا اور ہالینڈ پھر آزاد ہو گیا سنہ ۱۸۱۵ء
میں ہالینڈ اور بلجیم کو ملا کر بادشاہت قائم کی گئی
لیکن سنہ ۱۸۳۰ء میں بلجیم ہالینڈ سے علیحدہ ہو گیا۔
سنہ ۱۸۹۰ء KING WILLIAM THIRD کی
میں وفات ہو گئی تو اس کی ملکہ چند سال تک
ملک کی دیکھ بھال کرتی رہی۔ آخر سنہ ۱۸۹۸ء میں ملکہ
WILHELMINA ہالینڈ کے تخت پر بیٹھی جو
جنگِ عظیم کے بعد تک زندہ رہی۔ اس کی وفات
پر اس کی بیٹی ملکہ جولیانا تخت نشین ہوئی۔ جو
جنوری سنہ ۱۹۸۰ء میں اپنی بیٹی کے حق میں دستبردار ہو گئی ہے

مذہب

لوگوں کا سرکاری مذہب عیسائیت ہے
جن میں کیتھولک اور پراٹسٹنٹ دونوں قسم کے
عیسائی پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ زیادہ تعداد
پراٹسٹنٹ عیسائیوں کی ہے۔ مگر وہ مختلف فرقوں
میں بٹے ہوئے ہیں۔ کیتھولک عیسائی کافی حد
تک متحد ہیں۔ اسی لئے وہ ملک میں کافی اثر و
نفوذ رکھتے ہیں۔ تاہم ملک کے بادشاہ یا ملکہ
کے لئے پراٹسٹنٹ عیسائی ہونا ضروری ہے
گزشتہ زمانہ میں یہاں بھی لوگوں پر چرچ کی
بہت زیادہ گرفت تھی۔ مگر چند سالوں سے لوگ
چرچ کو خیرباد کہتے جا رہے ہیں۔ اور جگہ جگہ
گرجا گھروں کے سامنے FOR SALE
(برائے فروخت) کے بورڈ نظر آ رہے ہیں اور کئی
گرجا گھروں کو گرا کر ان کی جگہ دوسری عمارتیں
بنائی جا رہی ہیں۔ یہ دیکھ کر سیدنا حضرت
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر

بار بار زبان پہ آنے لگتا ہے:؎

کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ یورپ الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار۔

زمین

ہالینڈ کا ملک دریاؤں کے دہانہ پر واقع ہے۔ دریائے MAAS، RHIN اور SCHELDE جہاں سمندر میں گرتے ہیں۔ وہاں وہ اپنے ساتھ دور دراز سے مٹی بہا کر لاتے ہیں اور اسے سمندر میں پھینکتے ہیں اسی سے زمین تیار ہو کر رہنے کے قابل ہوئی اور پھر اسی جگہ پر ہالینڈ کا ملک نمودار ہوا۔ زمانہ قدیم میں جسے برف کا زمانہ کہا جاتا ہے ہالینڈ کا شمالی حصہ ابھی برف کے نیچے دبا ہوا تھا۔ مغربی حصہ دریاؤں کی چکنی مٹی سے بنا ہے۔ اس لئے کھیتی باڑی کے لئے بہت موزوں ہے۔ شمال مغرب میں زمین زیادہ ریتلی ہے اور بڑے بڑے ٹیلے پائے جاتے ہیں تاہم بارش زیادہ ہونے کی وجہ سے بنجر نہیں ہیں نیز ان ریت کے ٹیلوں کے درمیان جگہ بنا کر بارش کے پانی کو اکٹھا کر لیا جاتا ہے۔ اور صاف کر کے پینے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان ٹیلوں کو قائم رکھنے کے لئے پوری پوری حفاظت کی جاتی ہے کیونکہ ان کے پیچھے ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجود ہے۔ اگر یہ ٹیلے بارش کے پانی کی وجہ سے یا چوہوں وغیرہ کے سوراخ کر دینے سے پانی میں بہہ کر وہاں سے ہٹ جائیں۔ تو شہروں اور آباد زمین میں سمندر کے پانی کے آجانے کا سخت خطرہ ہے گویا یہ ٹیلے آبادیوں کے لئے ایک قدرتی پناہ کا کام دیتے ہیں۔

ہالینڈ کی وجہ تسمیہ اس کی زمین ہے۔

سطح زمین کئی جگہ سے تقریباً تیس تیس فٹ سطح سمندر سے نیچے ہے۔ اس لئے اس کو ملک ہالینڈ کہتے ہیں۔ ہالینڈ دو لفظوں کا مرکب ہے۔ ایک HOL جس کے معنے خالی یا گہرے کے ہیں۔ اور دوسرا LAND یعنی زمین۔

ڈچ لوگوں کو سمندر کے پانی پر کنٹرول کرنے کا بہت زیادہ تجربہ ہے اسی لئے یہاں پانیوں پر پل باندھنے اور پانی کا ذخیرہ کرنے والی جھیلیں بنانے کے فن کو سکھانے کے لئے مشہور عالم تربیت گاہیں اور درس گاہیں ہیں۔

زمین بڑھانے کا انوکھا طریقہ

ڈچ باشندے بہت محنتی اور سخت جان ہیں انہوں نے اپنے ملک کو بڑی جانفشانی سے بنایا ہے۔ جب آبادی بڑھی تو جگہ کی تنگی محسوس ہوئی۔ جس کے لئے انہوں نے ملک کی توسیع کا ایک انوکھا طریقہ سوچا۔ انہوں نے دیکھا کہ ارد گرد سمندر میں کافی جگہ موجود ہے۔ چنانچہ سمندر کے اندر پانی کو گھیرتے ہوئے بڑے بڑے بند باندھ کر انکو کناروں

سے ملا دیا گیا۔ اور بجلی کے پمپوں کے ذریعہ سمندر کا پانی بند کی دوسری جانب سمندر میں واپس پھینک دیا۔ اور اس طرح مزید زمین حاصل کر لی۔ جو کئی سالوں کے بعد خشک ہو کر آبادی کے قابل ہوئی چنانچہ جہاں زمانہ قدیم میں ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ وہاں اب شہر آباد ہیں اور لہلہاتی ہوئی کھیتیاں کھڑی ہیں۔

ہالینڈ کا فضائی مستقر جو دنیا کے جدید ترین ہوائی اڈوں میں سے ایک ہے۔ سطح سمندر سے ۱۲ فٹ نیچے ہے یہی وجہ ہے کہ ہالینڈ کے شمالی اور مغربی حصہ میں سمندر کے پانی سے محفوظ رہنے کے لئے بڑے بڑے بند لگائے گئے ہیں۔ چنانچہ اس حصہ میں ایک جگہ سمندر میں تیس میل لمبا بند باندھ کر خشکی کے دو حصوں کو آپس میں ملا دیا گیا ہے۔ اور اس بند کے اوپر تار کول کی ایک عمدہ سڑک تعمیر کر دی گئی ہے۔ اس سے ایک تو آمد و رفت کے لئے آسانی ہو گئی ہے۔ دوسرے پانی کے جس حصہ کو گھیرا گیا ہے۔ اس میں میٹھے پانی کے دریا آکر گرتے ہیں۔ ان دریاؤں کے پانی نے سمندر کے نمکین پانی کو اپنے ساتھ بہا کر سمندر میں دوسری طرف پھینک دیا ہے۔ اور اس طرح میٹھے پانی کا ایک بہت بڑا ذخیرہ حاصل ہو گیا ہے جو پینے کے کام آتا ہے۔ نیز دریا کے ساتھ جو مٹی بہہ کر آتی ہے وہ اس جگہ کی گہرائی کو پُر کرتی جا رہی ہے اور ایک لمبے عرصہ کے بعد یہاں پر بھی آبادی کے لئے زمین حاصل کرنا ممکن ہو جائے گا۔

ڈیلٹا پلان

ہالینڈ کے جنوب مغرب میں جگہ بجگہ سمندر زمین کو کاٹ کر خشکی کے اندر تک گھس گیا ہے۔ اس جگہ پانی پر مختلف جگہ بڑے بڑے بند اور لمبے لمبے پل باندھ کر پانی پر کنٹرول کر لیا گیا ہے اب سمندر کے طوفان سے پانی اندر نہیں آسکتا مگر جہاز رانی کو جاری رکھا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں پلوں کے ذریعہ آمد و رفت میں بھی آسانی پیدا ہو گئی ہے۔ جنگ عظیم ثانی میں جرمنوں نے ہالینڈ کے شمالی سمندر کے محفوظ رہنے والے چند ایک بند توڑ دیئے تھے۔ اس سے آبادی کا ایک بڑا حصہ زیر آب آ گیا۔ مگر حکومت نے لوگوں کو بر وقت وہاں سے نکال لیا جس سے کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

آب و ہوا

سمندر کے کنارے واقع ہونے کی وجہ سے آب و ہوا سرد مرطوب ہے۔ دوسرے یورپی ممالک کی نسبت موسم سرما کم سرد ہوتا ہے۔ تاہم برف پڑتی ہے اور درجہ حرارت نقطۂ انجماد سے نیچے گر جاتا ہے۔ ۲۷ درجہ صفر سے نیچے تک گرنے کا ریکارڈ موجود ہے۔ گرمیوں میں چند روز خاصی گرمی بھی ہو جاتی ہے۔ مگر یہ موسم زیادہ دیر قائم

نہیں رہتا۔ بارشیں بھی بہت ہوتی ہیں سال
کا اکثر حصہ سورج بالکل نظر نہیں آتا۔ اور
چاروں طرف اندھیرا سا چھایا رہتا ہے۔

طرزِ حکومت

آئین کے ساتھ بادشاہت ہے۔ قانون
بنانے کا اختیار بادشاہ یا ملکہ اور حکومت کے
ایوانِ بالا اور ایوانِ زیریں کو ہے۔ ایوانِ
بالا کے پچھتر (۷۵) ممبر ہوتے ہیں۔ جن کو ایوانِ
زیریں کے نمائندگان چنتے ہیں اور ایوانِ زیریں
کے ۱۵۰ ممبر ہوتے ہیں جن کو عوام انتخابات کے
ذریعہ چنتے ہیں۔ اس وقت ملک کی سربراہ ملکہ
جولیانہ ہے اور حکومت کا سربراہ وزیراعظم ہے۔

ملکی تقسیم

ملک کو گیارہ صوبوں میں تقسیم کیا گیا ہے
اور عنقریب ۴۲ صوبوں میں تقسیم کرنے کی تجویز
زیر غور ہے۔ ایک ہزار میونسپلٹیاں ہیں۔
دارالحکومت ایمسٹرڈم AMSTERDAM ہے۔
مگر عملی طور پر حکومت کا مرکز SEAT OF
PARLIMENT ہے اور سفارت خانے ہیگ
HAGUE میں ہیں۔ اس لئے ہیگ کو بہت اہمیت
حاصل ہے۔ بڑے بڑے شہر علی الترتیب ایمسٹرڈم
AMSTERDAM - روٹرڈم ROTTEDAM -

اُوت ریخت UTRECHT اور ہیگ وغیرہ ہیں۔
روٹرڈم بار برداری کے لئے دنیا کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ ایمسٹرڈم تجارت کا بہت بڑا مرکز ہے خاص طور پر ہیرے جواہرات کی تجارت ہوتی ہے۔ جنگ عظیم سے پہلے یہ شہر ہیرے جواہرات کی تجارت کے لئے دنیا بھر میں مشہور تھا۔ مگر اب اتنا مشہور نہیں رہا۔ UTRECHT اُوت ریخت ایک پرانا شہر ہے اور دنیا کے مشہور صنعتی میلے اس شہر میں لگتے ہیں۔ KARNHAM کارنہم بیان کا ایک قدیم تاریخی شہر ہے۔

معدنیات

جنوبی حصہ میں چند ایک چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں۔ اس جگہ کوئلے اور نمک کی کانیں ہیں۔ شمال میں تیل اور گیس پایا جاتا ہے۔ گیس کے یہ ذخائر دنیا میں سب سے بڑے ہیں۔

تعلیم

تعلیم کا معیار بلند ہے۔ ہر ایک کے لئے سکول جانا لازمی ہے۔ اکثر باشندے ہائی سکول تک تعلیم یافتہ ہیں۔ ناخواندہ کوئی نہیں ملک میں دس یونیورسٹیاں ہیں۔ لائیڈن LEDEN یونیورسٹی مشرقی علوم کے لئے دنیا بھر میں مشہور ہے۔

(باقی)

ایک دلکش تحفہ جو حسب استطاعت آپ دے سکتے ہیں۔
"اپنے آپ کو"
Digitized By Khilafat Library Rabwah
انتخاب کیجئے
فلیٹ - بنگلہ
پلاٹ - دکان
• مالکانہ حقوق کی بنیاد پر
• آسان اقساط میں
قرض کی سہولت کے ساتھ
ایک عظیم الشان رہائشی منصوبہ
شریف اسکوائر
گلبرگ کالونی
(ٹھنڈی سڑک)
حیدر آباد (سندھ)
منجانب :- وڈائیچ سنز لمیٹڈ
ہیڈ آفس :- B-410 محبوب چیمبرس - عبداللہ ہارون روڈ
کراچی - فون: 51957
خصوصیات :-
★ پرسکون اور جاذب نظر علاقہ۔
★ ٹھنڈی سڑک کے عین کنارے پر۔
★ چاروں اطراف وسیع سڑکیں۔
★ معقول ٹرانسپورٹ کی سہولت۔
★ ہر فلیٹ کارنر فلیٹ۔
★ منصوبہ تمام شہری سہولتوں سے مزین۔
★ آر سی سی فری اسٹرکچر اور تمام تعمیرات
جدید ترین بنیادوں پر۔
★ صاف ستھری آب و ہوا اور باوقار رہائش۔
پہلے آیئے - پہلے پایئے
رجوع کریں:
برانچ آفس:
وڈائیچ سنز لمیٹڈ
شریف اسکوائر
ٹھنڈی سڑک - حیدر آباد (سندھ)
کنسلٹنٹس: میسرز شریف ایسوسی ایٹس
B-410 محبوب چیمبرس عبداللہ ہارون روڈ کراچی فون 51957
آرکیٹکٹس :- میسرز الحمرا آرکیٹکٹس
31 - سرکیولر بلڈنگ رسالہ روڈ حیدر آباد - فون: 22811

فلکیات

ستاروں کے کناروں تک

(جناب ل۔ خ۔ ملک)

آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت پر لگایا ہوا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ۔ (جاثیہ ۱۴) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا سب اس نے تمہاری خدمت پر لگایا ہوا ہے۔ اس میں فکر کرنے والی قوم کے لئے بڑے نشان ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ الودود نے ۲ مارچ ۱۹۷۹ء کے خطبہ جمعہ میں اس قرآنی ارشاد کا ذکر کرکے فرمایا:۔

"یعنی ہر چیز انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ تم ان کے متعلق علم حاصل کرو۔ اور ان کے حسن کو دیکھو۔ دیکھو کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے بعض چیزوں کو لاکھوں سال پہلے پیدا کیا۔ اس معنی میں ارتقائی دور میں سے گزرنے کے لئے ان میں حرکت پیدا کی اور پھر بعض ایسی چیزیں ہیں جو کئی لاکھ سال کے بعد اس شکل میں آئیں جس شکل میں آج انسان ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔۔۔۔"

پھر اسی تسلسل میں فرمایا:۔

"اب تک جو علم انسان نے بہت دور دیکھنے والی دوربینوں سے حاصل کیا ہے۔۔۔۔۔ وہ یہی ہے کہ اس ہر دو جہان میں، ان آسمانوں میں بے شمار ایسے قبائل ہیں ستاروں کے، بے شمار ایسے قبیلے ہیں جن کو یہ گیلیکسیز (GALAXIES) کہتے ہیں گیلیکسی ستاروں کے ایسے قبیلے کا نام ہے جو اپنا ایک علیحدہ وجود رکھتا ہے۔ اور بے شمار سورجوں پر مشتمل یہ قبیلہ بحیثیت مجموعی ایک نامعلوم جہت میں حرکت کر رہا ہے۔ اور دوسروں کا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔۔۔۔۔۔ بے شمار گیلیکسیز، بیشمار قبائل ہیں۔ ہر گیلیکسی میں بے شمار سورج ہیں اور پھر حرکت کر رہے ہیں یہ اور ان کی حرکت متوازی نہیں بلکہ ہر آن ایک دوسرے سے پرے ہو رہا ہے، ہر قبیلہ ہر گیلیکسی اور درمیان میں ان کا فاصلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اور سائنسدان کہتے ہیں۔ کہ جب دو گیلیکسیز میں یعنی ستاروں کے ایسے قبیلے میں جس کے اندر بے شمار سورج ہیں جن کے گرد دوسرے سیارے پھر رہے ہیں اتنی جگہ ہو جائے کہ ایک گیلیکسی بے شمار ستاروں کی وہاں سما سکے تو وہاں

کُن فیکُون سے ایک نئی گیلیکسی (ستاروں کا قبیلہ) پیدا ہو جاتی ہے۔ بے شمار سورجوں پر مشتمل ایک نئی گیلیکسی وہاں پیدا ہو جاتی ہے۔"

حضور کے ان ارشادات کو پڑھنے سے مجھے دلچسپی ہوئی۔ کہ دیکھوں کائنات کی وسعت معلومہ کے بارے میں انسان کی اب تک کی معلومات کیا ہیں۔

میں نے ریڈرز ڈائجسٹ گریٹ ورلڈ اٹلس کھولی۔ تقریباً ۱۲" × ۸" کے ایک خاکے میں کائنات کی ایک تصوراتی تصویر دی گئی ہے اس کا ایک کنارہ ایسا ہی نظر آتا ہے جیسے چاند کے بغیر رات کو صاف آسمان پر کہکشاں دکھائی دیتی ہے۔ اس میں ایک جگہ تیر کے اشارے کے ساتھ درج ہے۔" ہمارا نظام شمسی کہیں اس جگہ واقع ہے۔"

کائنات کی حقیقی وسعت کا اندازہ دینے کے لئے یہ خاکہ خواہ کسی قدر ہی نامکمل ہو۔ اسے ایک نظر ہی دیکھ لینے سے زمین اور ہمارے نظام شمسی کی وسعتوں کے بارے میں میری خوش فہمیاں کافور ہو گئیں۔ آخر کتنی بڑی ہو گی وہ کائنات جس کے اس قدر بڑے خاکے میں بھی پورے نظام شمسی کو دکھانے کے لئے ایک نقطہ تک نہیں بنایا جا سکا کیونکہ ایسا کرنا ہمارے نظام شمسی کو اس کے اصل حجم سے ہزاروں لاکھوں گنا بڑا دکھانے پر منتج ہوتا۔

آیئے پہلے اپنی زمین کو دیکھتے ہیں نظام شمسی

کا تیسرا سیارہ جسے انسان اپنا مسکن ہونے کی نسبت سے صدیوں سے کائنات کا مرکز خیال کرتا رہا۔ انسانی معیار کے لحاظ سے واقعی بہت بڑا ہے۔ اس کا محیط کوئی پچیس ہزار میل ہے گویا اگر جامعہ احمدیہ کی "خامسہ" کا سالانہ ہائیکنگ ٹرپ زمین کے گرد پیدل چکر لگانا مقرر کر دیا جائے تو انہیں پچیس میل روزانہ کی تیز رفتاری سے چلتے ہوئے بھی اس چکر کو پورا کرنے میں ایک ہزار دن لگ جائیں۔ اور جب تک وہ ہائیکنگ سے واپس پہنچیں ان سے بعد داخلہ لینے والی "رابعہ" اور "ثالثہ" جامعہ سے فارغ بھی ہو چکی ہوں گی۔ اب چاند پر چلتے ہیں۔

چاند نظام شمسی کا ایک عجوبہ ہے (اگرچہ اُنے ہمارے "چاند" کے عجائبات سے کوئی نسبت ہی نہیں) اس کا قطر زمین کے قطر ۸۰۰۰ میل کا ایک چوتھائی ہے (۲۰۰۰ میل) عموماً سیاروں کے چاند (SATELLITES) ہوتے ہیں۔ مگر خود سیاروں کے مقابلے میں یہ بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں۔ غالباً یہ کتنا موزوں ہوگا کہ ہماری زمین اور چاند ایک دوہرے سیارے (DOUBLE PLANET) پر مشتمل ہیں۔

اب ذرا سورج اور اس کے اہل وعیال کو دیکھتے ہیں۔ یہ ۸۶۵۰۰۰ میل قطر کا ایک دہکتا ہوا گولہ ہے اس کی بیرونی سطح کا درجہ حرارت تقریباً چھ ہزار ڈگری سنٹی گریڈ ہے۔ مگر اس کے اندر کا درجہ حرارت تقریباً پندرہ ملین ڈگری سنٹی گریڈ ہوگا۔ ہر سیکنڈ اس میں سے چار ملین ٹن مادہ روشنی اور حرارت میں تبدیل ہو رہا ہے۔ اسی توانائی پر زمینی زندگی کا دارومدار ہے۔ ایندھن کی اس شاہ خرچی کے باوجود آئندہ پانچ ہزار ملین (یا پانچ بلین) سال تک اس میں سے خارج ہونے والی توانائی کی مقدار کم نہیں ہوگی۔

سائنسی زبان میں سورج کو ستارہ (STAR) کہتے ہیں۔ اس کے گرد نو بڑے بڑے کرّے چکر لگا رہے ہیں۔ انہیں سیارے (PLANETS) کہتے ہیں ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں چھوٹے چھوٹے اجسام ہیں جنہیں (ASTEROIDS) کہتے ہیں۔ آپ انہیں سیارچے کہہ لیں) سیاروں میں سے سب سے چھوٹا عطارد (MERCURY) ہے اور سب سے بڑا مشتری (JUPITER) جو زمین سے ۱۳۰۰ گنا بڑا ہے۔ سورج کے یہ سارے بچے اس کے گرد ایک ہی پلین (PLANE) میں اپنی اپنی رفتار سے چکر لگا رہے ہیں۔ ان کا انفرادی ذکر دلچسپی کا موجب ہوگا۔

(۱) عطارد (MERCURY) اندرونی طرف سے سورج کا سب سے قریبی سیارہ ہے۔ اور سب سے چھوٹا بھی۔ یہی وجہ ہوگی جو باپ نے اسے قریب ترین رکھا ہے اس کا قطر کوئی تین ہزار میل ہے

اور یہ سورج سے اوسطاً ۳۶ ملین میل کے فاصلے پر چکر لگاتا ہے۔

۲۔ زہرہ (VENUS) سورج اور چاند کے بعد آسمان پر یہ سیارہ سب سے روشن نظر آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر گہرے بادل چھائے رہتے ہیں جو سورج کی بیشتر روشنی کو منعکس کر دیتے ہیں اس کا قطر ساڑھے سات ہزار میل کے قریب ہے اور سورج سے اس کا فاصلہ اوسطاً ۶۷ ملین میل رہتا ہے۔

۳۔ زمین (EARTH) سورج کا تیسرا سیارہ اس کی اکلوتی بیٹی زمین ہے اس کا قطر ۷۹۲۶ میل ہے اور یہ سورج کے گرد اوسطاً ۹۲،۹۰۰،۰۰۰ میل کے فاصلے پر ۱۹ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے گردش کرتی ہوئی اپنا ایک چکر ایک سال (۳۶۵ دن ۶ گھنٹے) میں مکمل کرتی ہے۔ ساتھ ہی اپنے محور کے گرد یہ ایک چکر ایک دن رات (۲۳ گھنٹے ۵۶ منٹ ۴ سیکنڈ) میں لگاتی ہے۔ سورج کی اس اکلوتی بیٹی کا ایک چاند بھی ہے جس کی سطح پر انسان نے جولائی ۱۹۶۹ء میں پہلی دفعہ قدم رکھے۔ سنا ہے کہ انہیں وہاں چاند اتنا خوبصورت نہیں لگا۔ جتنا یہاں لگتا تھا۔

۴۔ مریخ (MARS) سورج کے اس چوتھے سیارے کے بارے میں ایک عرصہ تک یہ خیال رہا کہ اس پر زندگی پائی جاتی ہوگی کیونکہ اس کے

حالات زمین سے کافی ملتے جلتے ہیں۔ مگر اب تک کی تحقیقات سے اس کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ امریکہ کے خلائی جہاز VIKING نے ۱۹۷۶ء میں اس پر اُتر کر اس کی بہت سی تصاویر بھیجی ہیں۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اس کی قطبین پر سفید ٹوپیاں ٹھوس کاربن ڈائی اکسائڈ کی نہیں ہیں بلکہ منجمد پانی کی ہیں۔ اس کا قطر سوا دو ہزار میل کے قریب ہے اور یہ سورج سے اوسطاً ۱۴۱ ملین میل کے فاصلے پر گردش کرتا ہے اس کے دو چاند (SATELLITES) ہیں۔

۵۔ مشتری۔ (JUPITER) پانچویں نمبر پر یہ سورج کا سب سے بڑا بیٹا ہے۔ اس میں مادہ کی مقدار زمین سے ۳۱۸ گنا ہے۔ اس کا قطر ۸۸،۷۰۰ میل ہے اور اس کا فاصلہ سورج سے اوسطاً ۴۸۳ ملین میل رہتا ہے اس کے چودہ چاند ہیں۔

۶۔ زحل (SATURN) چھٹے نمبر پر یہ سورج کا دوسرا بڑا بیٹا ہے۔ اس کا قطر ۷۵ ہزار میل ہے اور اس کا فاصلہ سورج سے اوسطاً ۸۸۶ ملین میل رہتا ہے اس کے دس چاند ہیں۔

۷۔ یورے نس (URANUS) ساتویں نمبر پر ہے۔ اس کا قطر ۳۲،۲۰۰ میل اور سورج سے فاصلہ اوسطاً ۱،۷۸۳ ملین میل رہتا ہے۔ اس کے پانچ چاند ہیں۔

۸۔ نیپچون (NEPTUNE) آٹھواں سیارہ ہے۔ قطر ۳۰،۸۰۰ میل اور سورج سے فاصلہ ۲،۷۹۱ ملین میل ہے۔ اس کے دو چاند ہیں۔

۹۔ پلوٹو (PLUTO) نواں اور آخری سیارہ ہے۔ قطر صرف چار ہزار میل کے قریب ہے۔ اور سورج سے اس کا فاصلہ ۳،۷۰۰ ملین میل رہتا ہے۔ یہ بے چارہ اس قدر دور ہے کہ اسے سورج کے گرد چکر مکمل کرنے [illegible] ۲۴ سال لگ جاتے ہیں۔

تو یہ رہا سورج اور اس کا خاندان۔ اس خاندان میں جس قدر مادہ ہے اس کا ۹۹،۸۷ فیصد خود ربّ البیت (سورج) نے سمیٹا ہوا ہے اور صرف ۰،۱۳ فیصد اس خاندان کے نو بڑے بڑے سیاروں میں اور ہزاروں چھوٹے چھوٹے سیاروں میں ہے۔ جو سورج کی طاقتِ کشش کے باعث اپنے اپنے مدار میں اس کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سارے نظامِ شمسی کی وسعت ہماری زمین کے مقابلے میں کتنی بڑی ہے۔ اندازاً اس خاندان کا محیط ۲۲،۰۰۰ ملین میل ہوگا۔

اب آجائیں نظامِ شمسی سے باہر۔ ہمارے نظامِ شمسی جیسے کروڑوں نظام ہائے شمسی کے مجموعے کو گیلیکسی (GALAXY) کہتے ہیں حضور نے اسے قبیلہ کا نام دیا ہے۔ ہمارے قبیلہ (GALAXY) کا نام کہکشاں (MILKY WAY) ہے جس میں سورج کے علاوہ کوئی ۱۰۰،۰۰۰ ملین

ستارے ہیں - جن میں سے ہر ایک کا ہمارے
سورج کی طرح اپنے سیاروں کا نظام ہے اگر
آپ بچپن کی خواہش کے تحت ان ستاروں کو
گننے لگ جائیں تو ایک ستارہ فی سیکنڈ کی رفتار
سے ان کی گنتی مکمل کرنے میں ۲۵۰۰ سال لگ
جائیں - ہمارے قبیلہ کہکشاں میں نظام شمسی
سے باہر ہم سے قریب ترین ستارہ پراکسیما سینٹاری
(PROXIMA CENTAURI) ہے جو
ہم سے ۲۵ ملین ملین میل دور ہے - اس ستارے
کی روشنی ہم تک چار سال میں پہنچتی ہے -

اگر ہم اپنے قبیلہ کہکشاں کو اس کے کناروں
کی طرف سے دیکھیں تو یہ ہمیں دونوں طرف سے
ابھری ہوئی تھالی کی طرح سے نظر آتا ہے اور اگر اسے
سامنے کی طرف سے دیکھیں تو آتشبازی کے ایک
گھومتے ہوئے پہیئے کی طرح دکھائی دیتا ہے - اس
گھومتے ہوئے پہیئے میں سے دو بازو سے باہر نکلے
ہوئے ہیں - ان میں سے ایک بازو میں ہمارا سورج
اس پہیے کے دُھرے (AXLE) کے گرد چکر لگا
رہا ہے - سورج اس دُھرے (AXLE) سے اس
قدر فاصلے پر ہے - کہ اسے اپنے مدار میں ایک
چکر لگانے میں ۲۲۵ ملین سال لگتے ہیں سورج
کی عمر کے موجودہ اندازوں کے پیش نظر ہم کہہ سکتے
ہیں - کہ ابھی اس نے اپنے قبیلہ کہکشاں کے مرکز
کے گرد مشکل تیس چکر لگائے ہوں گے -

ستاروں کے قبائل (GALAXIES) کے مجموعے کو جھرمٹ (CLUSTER) کہتے ہیں۔ ہم اسے قوم کا نام دے لیتے ہیں۔ قبائل کی اس قوم (CLUSTER) میں جس میں ہمارا قبیلہ کہکشاں ہے ہمارے سمیت کل پچیس قبائل ہیں۔ پچیس قبائل پر مشتمل یہ قوم کائنات میں اب تک معلوم ہونے والی ان دوسری اقوام کے مقابلے میں کافی چھوٹی ہے۔ جن میں سے بعض میں پانچ سو تک قبائل (GALAXIES) ہیں۔ دلچسپ اور حیران کن بات یہ ہے کہ یہ ساری اقوام (CLUSTERS) بڑی تیز رفتاری سے ہم سے اور خود ایک دوسری سے پرے ہٹتی معلوم دیتی ہیں۔ گویا ہماری کائنات ایک ہر دم پھیلتی ہوئی کائنات (EVER EXPANDING UNIVERSE) ہے اور جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے خالقِ کائنات کی صنعتِ تخلیق ہر لمحہ نئے عالمین "کُنْ فَیَکُوْن" کے جلوے سے وجود میں لا رہی ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ۔

سائنسی مشاہدات سے اب تک کائنات کے جتنے حصّے کے بارے میں پتہ چلا ہے اس کے کناروں تک کے فاصلے کو میلوں میں نہیں لکھا جا سکتا۔ کائناتی فاصلوں کو ظاہر کرنے کے لئے نوری سال (LIGHT YEAR) کی اصطلاح اپنائی گئی ہے۔ یہ وہ فاصلہ ہے جو روشنی

مہمان کا خیال

ایک مرتبہ گھر کی کسی خادمہ سے کسی مہمان کو تکلیف پہنچی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو خبر ہوئی تو حضورؑ کا چہرہ مارے غصّہ کے سُرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا۔ مجھے اس سے اس قدر تکلیف ہوئی ہے کہ اگر میرے چاروں بچے بھی مر جاتے تو اتنی تکلیف نہ پہنچتی۔"

(خاتم الانبیاء صفحہ ۲۳۴)

۱,۸۶,۳۰۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے ایک زمینی سال میں طے کرتی ہے۔ (یہ فاصلہ تقریباً ۵,۸۷۸,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰ میل بنتا ہے)

کائنات کی معلومہ وسعت کا اندازہ ۶,۰۰۰ ملین نوری سال ہے۔ اس کی بنیاد یہ نظریہ ہے کہ کائنات کی سرحدیں (جس صورت میں ان کا زمین سے مشاہدہ ممکن ہے) تقریباً روشنی ہی کی رفتار سے پرے بھاگ رہی ہیں۔ اس لئے اس حد سے پرے کی لہریں (روشنی یا ریڈیو کی) ہم تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گی۔

کائنات کے مشاہدہ کا یہ پہلو کسی قدر دلچسپ ہے کہ ہم جن ستاروں کی روشنی اب دیکھتے ہیں یا ان کی ریڈیائی لہریں اب وصول کر رہے ہیں ان کی نوری یا ریڈیائی لہروں نے ہماری طرف یہ سفر ہماری پیدائش بلکہ زمین پر وردِ آدم سے

بھی پہلے شروع کیا تھا۔ گویا ہم جو کچھ دیکھتے ہیں وہ ماضی کے حالات ہیں۔ اور جو ستارہ ہمیں نظر آتا ہے وہ وہاں اس سے بہت پہلے تھا۔ اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ اب کہاں ہوگا۔ ہمارے اپنے سورج کا یہ حال ہے کہ جب ہمیں طلوع ہوتا نظر آتا ہے تو در اصل اس سے آٹھ منٹ ۲۰ سیکنڈ پہلے طلوع ہو چکا ہوتا ہے۔

کائناتی فاصلوں کی کروڑوں نوری سالوں میں پیمائش کرتے ہوئے جب آئن سٹائن کا یہ خیال بھی پیشِ نظر ہو کہ کائنات میں ممکنہ رفتار کی حد روشنی کی رفتار ہے تو بے اختیار قرآن حکیم کے یہ الفاظ ذہن پر اُبھرتے ہیں۔

"اے معشرِ جن و انس، اگر تم میں طاقت ہے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے بھاگ نکلو تو بھاگ دکھاؤ۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ تم ایسا نہیں کر سکتے سوائے سلطان (دلیر آنے) کے" (الرحمٰن - ۳۴)

ستاروں والے آسمان کو قرآن کریم نے نچلا آسمان قرار دیا ہے (الصّٰفّٰت - ۷، الملک ۶) اور سات آسمانوں کا ذکر کیا ہے۔ ستاروں والے آسمان کے بارے میں ہماری معلومات کا جو حال ہے اس کے متعلق حضور کے الفاظ میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ انسان نے اس کے کناروں کو ذرا سا کریدا ہے اور اس آسمان سے آگے چھ آسمان اور ہیں۔ ان کی کیفیت کیا ہے سائنس کا علم اس بارے میں صفر ہے۔

(نوٹ) اس مضمون کے لئے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا:۔

۱۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ۔ فرمودہ ۲؍ مارچ ۱۹۷۹ء مطبوعہ الفضل ۱۵؍ مارچ ۱۹۷۹ء۔
۲۔ ریڈرز ڈائجسٹ گریٹ ورلڈ اٹلس تیسرا ایڈیشن ۱۹۷۷ء۔
۳۔ انسان اور کائنات (MAN AND COSMOS BY RITCHIE CALDER)

ـــ ؛ ـــ

احمدی نوجوان کی منزل

(محمد اشرف نوشاہی - کراچی - مجلس عزیز آباد - کراچی)

احمدیت کسی نئے مذہب کا نام نہیں بلکہ یہ اسلام کی سچی تصویر ہے جو قرونِ اُولیٰ کی طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی صرف آرزومند ہی نہیں بلکہ اس کے لئے مصروفِ عمل بھی ہے۔ آج کے ایٹمی دور میں احمدیت کے سپوتوں پر خدمتِ اسلام کا بار رکھا گیا ہے۔ جو دراصل ایک فضلِ الٰہی ہے۔ اور نوجوانانِ احمدیت کی خوش قسمتی ہے۔ کہ خالقِ ازل و ابد نے ان کو اس عظیم مقصد کے حصول کی خاطر پیدا کیا ہے۔

نوجوان کسی بھی قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں۔ وہ قوم کی سوچوں اور امنگوں کا مرکز ہی نہیں بلکہ آئینہ دار بھی ہوا کرتے ہیں۔ کسی قوم کی حالت کا اندازہ کرنے کے لئے یہ بہت کافی ہے کہ اس کے نوجوانوں کی حالت دیکھی جائے۔ اس کے نوجوان جس انداز میں سوچتے اور عمل کرتے ہیں رفتہ رفتہ وہی اس قوم کا مزاج بن جاتی ہے۔ اسی لئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا۔ کہ "قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"۔ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ پُر حکمت قول اس حقیقت کا مظہر ہے کہ کسی بھی قوم کی اصلاح کے لئے لازم ہے کہ اس کے نوجوان اصلاح یافتہ ہوں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگر کسی قوم کے نوجوان ہی بگڑے ہوئے ہوں تو پھر وہ قوم ترقی کی منازل طے کرنے سے قاصر ہے۔

یہ امر لائقِ تحسین ہے کہ احمدی نوجوان اس دورِ خرابی میں بھی جبکہ دنیا مادہ پرستی کے مرض میں تشویشناک حد تک مبتلا ہو چکی ہے اسلام کا درد سینے میں رکھتا ہے۔ وہ آج بھی اس مقصد کے حصول کی خاطر دن رات کوشاں ہے کہ تمام دنیا کو واحد و لازوال خدا، ہادیٔ برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، اور دینِ حنیف اسلام کے دمکتے چہروں سے آشنا کر کے اک پُر امن دنیا پیدا کرے۔ وہ آج بھی اس مقصد کے لئے قریہ قریہ پھر رہا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کر دے۔ اگرچہ وہ بے سروسامان اور کمزور و نحیف ہے۔ اپنوں اور غیروں کی پیدا کردہ رکاوٹیں بھی قدم قدم پر ایستادہ ہیں۔ لیکن اس کے دل میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

کا نور بکھرا ہوا ہے۔ جو اِن تمام مشکلات سے نجات عطا کرتا ہے۔

موجودہ دور کا تقاضا ایک ایسا نوجوان ہے کہ جو مادیت پرستی سے آزاد ہو۔ جو دولت کے سحر سے آزاد ہو۔ جو نفسانی آسائشوں کا غلام نہ ہو۔ جو اس جذبۂ صادق سے معمور ہو کہ ؎

پھیلائیں گے صداقتِ اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں

جو گالیاں اور جھڑکیاں سننے کا عادی ہو اور کبر کی عادت رکھنے والوں کے سامنے انکسار کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جو حق کی تلاش میں سرگرداں رہے اور جس کے دل میں اپنے امام کے ہر حکم پر لبیک کہنے کا جذبہ موجود ہو۔ دنیا کیسی ہی برقی روشنیوں کے ساتھ اور سائنسی آلات کے ساتھ تلاش کرے اگر ایسا انسان کہیں ملے گا تو وہ احمدی نوجوان ہی ہو گا۔ اکثر مشاہدے میں آتا ہے کہ احمدی نوجوان اپنے گرد و پیش سے بے خبر خدمتِ دین کے لئے ہر گھر کے دروازے پر پہنچتا ہے۔ اسے ارد گرد کا چمکدار ماحول متأثر نہیں کرتا۔ وہ سینما ہاؤسوں کی طویل قطاروں میں نہیں۔ تفریحی مقامات کے ہجوموں میں نہیں، اور عالی شان عمارتوں کے ڈرائنگ روموں میں بیٹھا جدید دنیا کی لعنتوں کا

غلام نہیں۔ وہ خادمِ اسلام ہے۔ اس کے لئے یہی تعلیم ہے کہ ہر دم خدمت کی خاطر مستعد رہے وہ بزرگوں کا فرمانبردار، ہم عمروں کا دوست اور چھوٹوں کا مددگار رہے۔

تمام عالم جس کشمکش اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہے اسے ختم کرنے کی اہلیت ایک اسلامی نوجوان ہی میں ہو سکتی ہے آج کا دور نوجوانانِ احمدیت سے تقاضا کرتا ہے۔ کہ وہ اک نئے عزم کے ساتھ اس بظاہر پُر آسائش لیکن درحقیقت دُکھی دنیا کے زخموں پر مرہم رکھنے کے لئے لمحہ لمحہ مصروف رہے۔ ہر آرام اور آسائش کو خیر باد کہہ کر انسانیت کی خدمت کا عہد نبھائے۔ اس پر اس دنیا کے ہر نوجوان سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اپنے قدموں کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کے لئے کوشاں رہے۔ خواہ تعلیم کا میدان ہو، کھیل کا میدان ہو، یا دین کا میدان ہو وہ جہاں بھی ہو سب سے منفرد ہو۔

اے احمدی نوجوان! اُٹھ کہ وقت کی آواز تجھے پکارتی ہے۔ بزبانِ حال دنیا تقاضا کر رہی ہے کہ تجھ جیسے خادم ہی اس کی تسلی و تشفی ہیں۔ صد آفرین و تحسین ان متوالوں پر جو خدمتِ دین میں نہ دن کو دن جانتے ہیں نہ رات کو رات۔ راستوں کی صعوبتیں سہتے سہتے گھر گھر جا کر اسلام کی خدمت کر رہے ہیں۔ برستی بارشوں میں بھی جو آرام سے نہیں بیٹھ سکتے انشاء اللہ اک روز یہ محنت رنگ لائے گی۔ اور اسلامی جھنڈا سب عالم پر لہرائے گا۔ لیکن یہ تب ہی ہوگا اگر ہماری رفتار میں کمی نہ آئی۔ اور روز اک نئے عزم سے ہم مصروفِ عمل رہے۔ حتّٰی کہ دنیا کہہ اُٹھے کہ یہ تو دیوانے ہیں ؎

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

"حقیقی عشق"

سیرت طیبہ میں ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مرحوم فرماتے ہیں۔ ایک بات میں نے والد صاحب یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے اگر کوئی شخص آنحضرت کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سُرخ ہو جاتا تھا اور غصے سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں۔ اور فوراً اس مجلس سے اُٹھ کر چلے جاتے تھے۔ آنحضرت سے تو والد صاحب کو عشق تھا ایسا عشق میں نے کسی شخص میں نہیں دیکھا"۔ رسیدہ ظہیر احمد کراچی

مجالس کی دوڑ

(مرتبہ :- اخلاق احمد انجم)

مجلس خدام الاحمدیہ خوشاب نے مورخہ ۲۷ر جنوری کو ایک روزہ تربیتی کلاس منعقد کی۔ جس میں مکرم خوشی محمد صاحب، مربی سلسلہ اور مرکزی نمائندہ مکرم مرزا نصیر احمد صاحب مہتمم صحت جسمانی نے شرکت کی اس کلاس میں ۶۰ کے قریب خدام اور اطفال شامل ہوئے جن میں کچھ خدام جوہر آباد اور ۲/T.D.A سے بھی آئے ہوئے تھے۔

مجلس خدام الاحمدیہ ڈیرہ غازیخاں کے زیر اہتمام مورخہ ۱۶ر نومبر ۱۹۷۹ء بروز جمعۃ المبارک یوم والدین منایا گیا۔ اجلاس کی صدارت جناب محمد صادق صاحب ہاشمی صدر جماعت احمدیہ ڈیرہ غازیخاں نے فرمائی۔ اس روز علمی اور ورزشی مقابلہ جات بھی ہوئے۔

- مجلس خدام الاحمدیہ عزیز آباد کراچی نے مورخہ ۲۹ ر نومبر ۱۹۷۹ء بروز جمعرات بعد نماز مغرب مسجد "النصرت" میں مجلس کے نئے سال کا پہلا اجلاس منعقد کیا۔ جس کی صدارت مرکزی نمائندہ مکرم و محترم صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب نائب صدر نے فرمائی۔
اس میں قائد ضلع و مجلس نے خدام سے خطاب کیا۔ آخر میں صاحبزادہ صاحب نے مجلس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہماری زندگی کا مقصد عبودیت کی انتہا ہے اور آنحضرتؐ جو قرآن کی کامل تصویر ہیں کے اسوہ پر عمل کرنا ہے۔ اس کے بعد دعا سے اجلاس اختتام پذیر ہوا۔
- مورخہ ۹ ر نومبر ۱۹۷۹ء کو مجلس خدام الاحمدیہ اسلامیہ پارک لاہور کے زیر اہتمام جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا جس کی صدارت مرکزی نمائندہ مرزا نصیر احمد صاحب مہتمم صحت جسمانی نے کی۔
- مجلس خدام الاحمدیہ ضلع بہاول نگر نے ۴ ر جنوری ۱۹۸۰ء سے چک ۱۴۴/۱۰R میں تعلیم القرآن کلاس کا اجراء کیا ہے جس میں ۴ خدام ترجمۃ القرآن ایک خادم اور ۲ طفل ناظرہ قرآن اور ۱۵ اطفال یسرنا القرآن سیکھ رہے ہیں۔

- مجلس خدام الاحمدیہ رجوعہ نے مورخہ ۱۰ ر جنوری ۱۹۸۰ء کو دو روزہ تربیتی کلاس منعقد کی۔ جس کا افتتاح مکرم بشارت احمد صاحب معلّم وقفِ جدید نے کیا۔ دوسرے دن کے اجلاس میں مرکزی نمائندہ مرزا نصیر احمد صاحب اور مکرم تصوّر احمد صاحب مہتمم تحریک جدید نے خطاب کیا۔
اس کلاس میں علمی اور ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ حلقہ کی دس مجالس کے ۱۱۰ خدام و اطفال اور انصار نے شرکت کی۔ اس کے علاوہ ۴۰ ممبرات لجنہ اماء اللہ نے بھی شرکت کی۔
- مجلس خدام الاحمدیہ چک ۶/۱۱.L کے زیر اہتمام مورخہ ۱۱ ر جنوری کو خدام کے ورزشی مقابلہ جات کروائے۔ جن میں کبڈی اور فٹ بال کے مقابلے شامل تھے۔ آخر میں امیر جماعت احمدیہ نے اوّل اور دوم آنیوالی ٹیموں میں انعامات تقسیم کئے۔
- مجلس خدام الاحمدیہ بہاولپور نے ۱۶ ر نومبر ۱۹۷۹ء بروز جمعۃ المبارک کو ایک سائیکل سفر کیا جس میں ۱۳ خدام اور ۳ اطفال نے شرکت کی۔ یہ سفر بہاولپور سے سمہ سٹہ اور سمہ سٹہ سے بہاولپور کا تھا۔
- مجلس خدام الاحمدیہ بہاولپور حلقہ وائٹ میڈیکل کالونی نے ۲۲ ر نومبر ۷۹ء کو نماز تہجد ادا کی اور خدام نے بڑی عاجزی سے اور گڑگڑا کر ربّ کریم کے حضور خانہ کعبہ اور غلبہ اسلام کیلئے دعائیں کیں۔ اس میں ۲۲ خدام نے شرکت کی۔ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب بسرا نے امامت کروائی۔

نیّر
سٹینلیس سٹیل انڈسٹری
فون :- ۷۴۹۸۵
NAYYAR STAINLESS
STEEL INDUSTRY
سٹینلیس سٹیل کے برتن تھوک و پرچون
خریدنے کے لئے تشریف لائیے۔
نیّر سٹینلیس انڈسٹری بالمقابل مسجد احمدیہ
حافظ آباد روڈ - گوجرانوالہ

اوراقِ پارینہ

ایک مبارک سفر

(از شیخ عبدالماجد صاحب - لاہور)

یہ آج سے ایک سو سال سے زائد عرصہ کی بات ہے کہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب ؑ قادیانی بانئ جماعت احمدیہ نے سکھوں کے مقدس گورو حضرت باوا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دو مرتبہ خواب میں بالمشافہ ملاقات کی۔ ان سے باتیں کیں۔ انہوں نے اقرار کیا۔ کہ مَیں مسلمان ہوں اور اسی چشمہ سے پانی پیتا ہوں جس سے آپ پیتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ تو یقین تھا کہ حضرت باوا نانکؒ مسلمان تھے۔ مگر میرے پاس ثبوت کوئی نہ تھا۔ اس لئے خاموش تھا۔ مگر ایک عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے ثبوت مہیا فرما دیئے۔ جن سے یہ امر حق الیقین تک پہنچ گیا۔ کہ حضرت بابا صاحب مسلمان تھے۔ ذیل میں صرف ایک ثبوت کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

یہ بات مشہور تھی کہ حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کو ایک چولہ آسمان سے ملا تھا۔ وہ چولہ ڈیرہ بابا نانک۔ ضلع گورداسپور میں کابلی مل کی اولاد کے پاس ہے۔ اس کی زیارت کے لئے بڑی دور دور سے سکھ آیا کرتے۔ سکھوں کو جب کبھی کوئی مشکل پیش آتی۔ وہ یہ چولہ سر پر رکھ کر دعائیں کرتے۔ اور مشکل حل ہو جاتی۔ چولہ صاحب کی تعریف سُنکر حضرت اقدس کے دل میں خیال آیا کہ یہ چولہ دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ آپ استخارہ کے بعد ۳۰ ستمبر ۱۸۹۵ء کو پیر کی صبح کو اپنے بعض احباب کے ہمراہ جن کے نام درج ذیل ہیں۔ ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے۔

۱۔ حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ۔
۲۔ حضرت مولوی سید محمد احسن صاحبؓ امروہوی۔
۳۔ حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ۔
۴۔ جناب منشی غلام قادر صاحب فصیحؓ۔
۵۔ حضرت شیخ عبد الرحیم صاحبؓ (بھائی جی)
۶۔ جناب شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتیؓ
۷۔ جناب مرزا ایوب بیگ صاحبؓ۔
۸۔ حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ
۹۔ حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ
۱۰۔ حضرت شیخ حامد علی صاحبؓ

قریباً دس بجے صبح آپ وہاں پہنچے۔ ۱ بجے ایک مخلص دوست کی کوشش سے یہ چولہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اس پر سینکڑوں رومال لپیٹے ہوئے تھے۔ جو بھی بڑا آدمی آتا۔ اس پر کوئی قیمتی رومال بطور چڑھاوا چڑھایا جاتا۔ مگر کسی کو یہ علم نہ تھا کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ حضرت اقدس اور حضور کے

ساتھیوں نے کافی رقم چولہ دکھانے والے کو دے کر چولہ دیکھا - حضرت اقدس نے مختلف احباب کے ذمہ ڈیوٹی لگا دی تھی - کہ فلاں شخص دائیں بازو پر لکھی ہوئی عبارت نقل کرے - فلاں بائیں بازو کی اور فلاں سینہ کی - چنانچہ ہر دوست نے اپنی اپنی ڈیوٹی ادا کی - معلوم ہوا کہ اس چولہ پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ - اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ - اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ - سورۃ فاتحہ آیۃ الکرسی اور سورۃ اخلاص وغیرہ لکھی ہوئی ہیں - چنانچہ حضور نے واپس قادیان تشریف لاکر اس سفر کے حالات پر مشتمل ایک کتاب "ست بچن" نام لکھی - جس میں چولہ صاحب کا فوٹو دیا - اور جنم ساکھیوں سے متعدد حوالے اس امر کے ثبوت میں پیش کئے - کہ حضرت باوا نانک صاحب مسلمان تھے

(بحوالہ حیات طیبہ مؤلفہ مولانا شیخ عبدالقادر مربی مرحوم)

———(۲)———

"پیسہ اخبار" لاہور نے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے اس سفر اور ست بچن اور ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نومسلم کے رسالہ موسومہ چولہ صاحب کے بارہ میں ایک خاص مضمون شائع کیا جس کا ایک حصہ ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے :-

"عرصہ قریبًا سولہ سال کا ہوا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے ڈیرہ بابا نانک میں جاکر بابا نانک صاحب کا چولہ اپنی جماعت کے بہت سے سرکردہ اصحاب کو ساتھ لےجاکر دیکھا - عام طور پر متولیانِ چولہ صرف اس کا ایک کنارہ چولہ کے زائرین کو دکھاتے ہیں - مگر جناب مرزا صاحب مرحوم نے ایک معقول رقم محافظینِ چولہ کو دے کر سارا چولہ کھلوا کر دیکھا - اس میں قرآن مجید کی آیات کثرت سے لکھی ہوئی پائیں - جن کو اصولِ اسلام کا لُبِّ لباب کہا جا سکتا ہے - جو حصہ کہ سینہ کے مقام پر آتا ہے اس پر کلمۂ شہادت یعنی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا پایا - اس کے علاوہ اس کے ساتھ ہی اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ - یعنی اسلام ہی خدا کے نزدیک ایک دین ہے"

...... مرزا صاحب نے ایک کتاب موسومہ "ست بچن" شائع کی۔ جس میں انہوں نے بہت سے دلائل سے ثابت کیا کہ باوا صاحب کی اعلیٰ تعلیم کا ماخذ اسلام اور قرآن مجید تھا۔ اور کہ وہ مسلمان فقراء سلسلۂ چشتیہ کے مرید تھے۔ اور انہوں نے باوا نانک صاحب کو اعلیٰ درجہ کے مسلمان بلکہ اسلامی اولیاء میں سے صاحب الہام و وحی تسلیم کیا۔ اس کتاب کے آخر میں انہوں نے چند انگریزی محققین کی کتابوں میں سے عبارتیں نقل کی ہیں۔ جس سے باوا نانک صاحب کے مذہب اسلام کے پابند ہونے کا اور بھی ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ ریورنڈ ہیوز صاحب کی کتاب "ڈکشنری آف اسلام" میں سکھ مذہب کو اسلام کا ایک فرقہ تسلیم کیا گیا۔ ......

مرزا صاحب نے "ست بچن" کے علاوہ اپنی کتاب "چشمۂ معرفت" میں باوا صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق مزید ثبوت پیش کئے ہیں۔ چنانچہ گورو ہر سہائے میں باوا صاحب کے تبرکات میں قرآن مجید کا موجود ہونا بیان کیا۔ گورو ہر سہائے میں بھی ایک بڑی گدی ہے۔ اور وہاں ہر سال میلہ ہوتا ہے۔ اور لوگ تبرکات کی زیارت کے لئے دور دراز سے جمع ہوتے ہیں۔

ان کتب کے علاوہ بھی گذشتہ سولہ سالوں میں مختلف رسالوں اور تحریرات "جماعت احمدیہ" کی طرف سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جن میں باوا صاحب کے مذہب پر روشنی ڈالی ہے۔ ان میں سے ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نومسلم سابق مہر سنگھ کا ایک رسالہ موسومہ "چولہ صاحب" جو ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا۔ جو دلائل باوا صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق اس رسالہ میں درج ہیں۔ ان کو غلط ثابت کرنے پر دو ہزار انعام رکھا ———

اس سولہ سال کے عرصہ میں سکھ صاحبان نے نہ تو جواب ہی ان تحریرات کا دیا اور نہ ہی ان ثبوتوں اور حوالوں کے خلاف کوئی بات کبھی کہی۔ جس کی بناء پر باوا صاحب کا مسلمان ہونا ثابت ہے۔ اور نہ ہی کسی وقت وہ ثابت کر سکتے ہیں کہ باوا صاحب مسلمان نہ تھے۔"

(پیسہ اخبار لاہور پرچہ ۱۵ مئی ۱۹۱۱ء)

———

ضروری تصحیح

ماہ فروری کے شمارہ میں صفحہ ۲۶ سطر نمبر ۱۹ پر موعود فرزند کی پیدائش کی مدت غلطی سے تین سال شائع ہو گئی ہے۔ قارئین تصحیح فرمالیں کہ یہ مدت ۹ سال ہے۔ (ادارہ)

دارالذکر لاہور میں مستقل تعلیمی کلاس کا اجراء

مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۸۰ء سے مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور کے زیر اہتمام مستقل تعلیمی کلاس کا اجراء کیا گیا۔ اس کلاس کا افتتاح مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت نے فرمایا۔ آپ نے اس کلاس کے اجراء پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے دعا فرمائی۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کلاس میں شامل ہونے والوں کو دنیا کا معلم اور قائد بنائے۔ آمین۔

یہ کلاس ہفتہ میں ایک بار بعد نماز جمعہ منعقد ہوتی ہے۔ اور کلاس کے پروگرام میں قرآن پاک ناظرہ۔ با ترجمہ اور تفسیر۔ دینی معلومات۔ سوال و جواب شامل ہیں۔ تدریس کے فرائض محترم مولانا حیدر علی صاحب ظفر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ لاہور سرانجام دے رہے ہیں۔

(ناظم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور)

———

مجلس خدام الاحمدیہ لاہور کے

تین مخلص خدام کار کے ایک حادثہ میں وفات پاگئے

اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون

مورخہ ۸ / مارچ ۱۹۸۰ء بروز ہفتہ لاہور کے تین مخلص خدام لاہور سے ربوہ آتے ہوئے کار کے ایک حادثہ میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مکرم ظاہر احمد خانصاحب قائد ضلع لاہور اپنے رفقاء مکرم جواد رشید احمد خان صاحب ایڈووکیٹ نائب قائد ضلع لاہور۔ مکرم خواجہ اعجاز احمد صاحب ناظم اطفال ضلع لاہور۔ صداقت علی صاحب اور رفیع الدین صاحب کے ساتھ ربوہ تشریف لا رہے تھے۔ پنڈی بھٹیاں سے ۶ کلومیٹر دور ایک ٹرک کو اوورٹیک کیا تو سامنے ایک سائیکل سوار کو پاکر اسے بچانے کے لئے کار روکنے کی کوشش کی گئی۔ مگر اسی کوشش میں کار ایک درخت سے جا ٹکرائی۔ جس سے کار میں بیٹھے ہوئے جملہ خدام بُری طرح زخمی ہوگئے اور ان میں سے مکرم ظاہر احمد صاحب، مکرم خواجہ اعجاز احمد صاحب، مکرم جواد رشید احمد خان صاحب نے تو موقع پر ہی اپنی جانیں جاں آفرین کے سپرد کر دیں۔ مکرم رفیع الدین صاحب اور مکرم صداقت احمد صاحب کو زخمی حالت میں فضلِ عمر ہسپتال ربوہ پہنچا دیا گیا جہاں ان دونوں خدام کا علاج جاری ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے رُوبصحت ہیں۔

شہید ہونے والے خدام میں سے ۳۸ سالہ قائد ضلع مکرم ظاہر احمد صاحب روہڑی کے رہنے والے تھے۔ قریباً تین سال قبل لاہور ملازمت کے سلسلہ میں ایسوسی ایٹڈ سیمنٹ کارپوریشن کے اسسٹنٹ فنانس مینیجر کی حیثیت سے تشریف لائے۔ اور دو سال قبل قیادت ضلع لاہور کی ذمہ داری آپ نے سنبھالی تھی۔ آپ نہایت مستعد و مخلص خادم تھے۔ آپ نے اپنے سوگوار والدین کے علاوہ بیوہ، تین لڑکیاں اور ایک لڑکا یادگار چھوڑا ہے۔

مکرم جواد رشید احمد خان صاحب ابن ملک بشیر احمد صاحب نائب قائد ضلع لاہور اپنی زندگی کی ۲۷ ویں بہاریں تھے۔ آپ حلقہ سمن آباد لاہور سے تعلق رکھتے تھے اور رستم و سہراب کے بیگل ایڈوائزر تھے۔ آپ کے بڑے بھائی مکرم زرتشت منیر احمد صاحب کراچی کے نائب قائد ضلع ہیں۔

حلقہ محمد نگر لاہور کے امام وقت کی محبت میں فنا خادم مکرم خواجہ اعجاز احمد صاحب جو مکرم خواجہ محمد اکرم صاحب کے بیٹے تھے۔ حادثہ کا شکار ہونے والے ان خدام میں سے سب سے چھوٹی عمر کے تھے — یہی کوئی ۲۳، ۲۴ سال عمر تھی۔ گذشتہ سال آپ نے ایم ایس سی فزکس کا امتحان پنجاب یونیورسٹی سے دوم پوزیشن میں پاس کیا تھا۔ اور اب مجلس نصرت جہاں آگے بڑھو پروگرام میں پیش کش کی تھی آپ کے چھوٹے بھائی عزیزم خواجہ ایاز احمد بھی واقفِ زندگی ہیں اور جامعہ احمدیہ میں درجہ ثانیہ کے طالب علم ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ موصی تھے۔ چنانچہ آپ کو بہشتی مقبرہ میں تدفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ جبکہ باقی دو شہداء کو قبرستان عام میں دفن کیا گیا۔

ان خدام کے جنازے حادثہ کے بعد اسی رات لاہور سے جائے گئے اور اگلے روز ربوہ لائے گئے۔ جہاں سوا چار بجے سہ پہر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بہشتی مقبرہ کے میدان میں نماز جنازہ پڑھائی جس کے بعد پہلے مکرم خواجہ اعجاز صاحب کی قبر کی تیاری میں حضور نے شرکت فرمائی اور قبر تیار ہونے پر دعا کرائی۔ پھر قبرستان عام تشریف لے گئے۔ جہاں حضور باقی دونوں شہداء کی قبروں کی تیاری میں شریک ہوئے۔ قبروں کے تیار ہونے پر پہلے مکرم ظاہر احمد صاحب کی قبر پر پھر مکرم جواد صاحب کی قبر پر دعا کروائی۔

نمازِ جنازہ اور تدفین میں اہلیانِ ربوہ، لاہور کی مجلس عاملہ ضلع اور مقامی مجالس لاہور کے جملہ عہدیداران کے علاوہ کراچی، جہلم، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، شیخوپورہ، فیصل آباد، سرگودھا۔ جھنگ۔ راولپنڈی کے قائدین شہر و ضلع نے بھی شرکت کی۔

ادارہ خالد اس دردناک حادثہ پر گہرے رنج والم اور شہداء کے ورثاء سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے ان مخلص خدام کو اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطاء فرمائے اور ان کے ورثاء کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے اور ان کا خود حامی و ناصر ہو۔ آمین ثم آمین۔

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا

Regd. No. L5830

Monthly **KHALID** Rabwah

March 1980